

اجابة الغوث

مفت

فقيه اوست شيخ الفقيه والمحقق والعلامة
محمدرضا الميرزا علي ابن ميرزا محمد باقر
مفتي اعظم

رحم

عزة قاضي علام محمد زور

مفت

کتابخانه مجلس شورای اسلامی
تاسیس ۱۳۰۲ خورشیدی

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
فَالْمُدْرِكَةُ اسْتَأْمَرَهُ - التَّارُخَاتُ، آيَةُ، پارہ، ۳۰
ترجمہ:- پھر (خسبکم) ہر کام کا انتظام کرنے والے ہیں۔

اِبْجَابَةُ الْعَوْرَةِ

بیان حال النجباء والنجاہ والاببدال والاولاد والعورث

مصنف:-
فیہ الامت، شیخ الطریقۃ والحقیقت، عارف باللہ
محمد بن محمد بن عبدین عاصمی صاحب فتاویٰ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حضرت علامہ مفتی غلام محمود غفرارومی

ناشر:- مکتبہ مجددیہ سلطانیہ نکلانہ ضلع جہلم

مجموعہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب اجابۃ العزائم
مصنف علامہ ابن عابدین شامی صاحب فتاویٰ رضویہ
مترجم حضرت علامہ قاضی غلام محمد صاحب ہزاروی
ناشر مکتبہ مجددیہ سلطانہ کراچی
قیمت

فہرست مندرجات کتاب

زیر صفحہ

- م حالات علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ
- ۱ خُطْبہ کتابیہ
- ۲ سبب تصنیف کتابیہ
- ” کتاب کا نام
- ۳ پہلا باب، اقطاب، ابدال، اوتاد، بنجا، نقباء، کی صفات، حالات، اور جائے رہائش کی بیان میں
- ” قطب کا لغوی و اصطلاحی معنی، قطب کی دو تسمیہ
- ” قطب معروف جہان ہوتا ہے
- ” قطب کی قسمیں، تمام مخلوقات کی نسبت سے
- ۵ قطب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
- ” قطب مسلسل ہر دور میں ایک ہی ہوتا ہے
- ” قطب اور غوث دونوں کا مصداق ایک ہی شخصیت ہوا کرتی ہے
- ” بعض اقطاب خلافت باطنی کے ساتھ ساتھ حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں
- ” تمام خلف راشدین اقطاب تھے
- ” رجال غیبیہ کی دو تسمیہ
- ۶ قطب کو شرق، مغرب، شمال و جنوب تمام جہان میں
گھومنے پھرنے کی طاقت عطا ہوتی ہے
- ” قطب کے حالات کو لوگوں سے مخفی رکھنے کی وجہ
- ” قطب تمام اہل جہان کو ایک نظر سے دیکھتا ہے
- ” قطب کا ادریت میں مقام

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۶ _____ قطب کی ہستی کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے
- ۷ _____ حضورؐ کے جہد ظاہری میں قطب اویس قرنیؓ تھے
- ۸ _____ صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد سب سے پہلے قطب عربین جد العزیزؐ تھے
- ۹ _____ قطب کے انتقال کے بعد کون اُس کا جانشین ہوتا ہے
- ۱۰ _____ قطب کے کئے وزیر ہوتے ہیں
- ۱۱/۱۲ _____ کونسا دلی عالم ملکوت کا شاہدہ کرتا ہے اور کونسا عالم ملک کا
- ۱۳ _____ ابدال کی تشریح اور اس کی چاروں برتیر
- ۱۴ _____ ابدال اگر کہیں جاتے تو وہ اپنی جگہ پر کس کو چھوڑ کر جایا کرتا ہے
- ۱۵ _____ حقیقت رُوحانی بعض اوقات جہانی باس میں پہن یا کرتی ہے
- ۱۶ _____ ابدال کی صفات، علامت قاشانی کے کلام سے
- ۱۷ _____ بارگاہِ الہی میں ابدال کی عظمت و توقیر
- ۱۸ _____ ابدال کے طفیل بلائیں دور ہوتی ہیں
- ۱۹ _____ بندہ کے صرف یادِ الہی میں مشغول ہونے کا انعام
- ۲۰ _____ حدیث قدوسی کا مضمون
- ۲۱ _____ ابدال اور صالحین کے مقامات کی آپس میں کیا نسبت ہے
- ۲۲ _____ ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے
- ۲۳ _____ ابدال کا جانشین کون ہوتا ہے؟ ابدال کی چالیس کی تعداد ہمیشہ پوری ہی رہتی ہے
- ۲۴ _____ اہم غزالی کی ایحاء العلوم، کے حوالہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کی حدیث میں ابدال کی عجیب صفت
- ۲۵ _____ تیس ایسے مرد جن کے لوگوں میں ابراہیم علیہ السلام کا سہیتیں جاگزی ہوتے ہیں

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۱۰۔ ابدال کسی کی تحقیر نہیں کرتے، اور نہ ہی بڑائی جلاتے ہیں۔
- ۱۱۔ دنیا سے دشمنی کا نتیجہ آخرت کی محبت، اور آخرت کی محبت کا نتیجہ دنیا سے بے رغبتی ہے (حدیث)
- ۱۱۔ جیسا لطف اور نرہ خدا کے پسندیدہ کاموں کی چٹائیں ہے، ویسا نرہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں۔
- ۱۲۔ بند کرے کے اندر ولی کی عنایتانہ آمد و حاضری۔
- ۱۲/۱۱۔ چار کاموں سے ابدال بنا کرتے ہیں، انکی تفصیل اہم ابواب کی کتاب "وہ الطوب کا حوالہ"۔
- ۱۲۔ بند کرے میں غیب سے آنے والا شخص ابدال تھا۔ ابن عربی کا حوالہ۔
- ۱۳۔ چار باتوں کو اپنائے بغیر خدا کا راستہ نہیں کھلتا۔
- ۱۳۔ لفظ "اوداد" کی تشریح، اور اس کی دو تسمیہ، اور اوداد کی تعداد۔
- ۱۴۔ اللہ تعالیٰ "اوداد" کے ذریعہ مشرق، مغرب، جنوب، شمال کی حفاظت فرماتا ہے۔
- ۱۴۔ "اوداد" کی اپنی اپنی ڈیڑھیاں اور پہرہ و چوکیداری۔
- ۱۴۔ "اوداد" کے قلوب انبیاء کے قلوب پر ہوتے ہیں اور ان کے ہر فرد کے لیے۔
- ۱۴۔ بیت اللہ شریف کا ایک رکن مخصوص ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل۔
- ۱۴۔ "نجباء" کی لغوی و اصطلاحی تحقیق، ان کی تعداد، اور ان کی صفات۔
- ۱۴۔ "نجباء" کی جائے قیام کرسی ہے اور انکو ستاروں کی حرکت کا گہرا علم ہوتا ہے۔
- ۱۴/۱۵۔ "نقار" کی تحقیق لفظی، بمصداق، ان کی تعداد، اور ان کا علم، اس کی وسعت۔
- ۱۵/۱۴۔ نقباء کا مقام جدیعت اور نبوت کے درمیان ہے۔
- ۱۴۔ فصل :- ان اویسا اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں۔
- ۱۴۔ نقباء، نجباء، ابدال، انجاء، اوداد، غوث کی جائے سکونت۔

مندرجات

زیر صفحہ

- ۱۴ _____ عوام الناس کے معاملے میں کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو بارگاہِ اہلبی سے یہ مذکورہ اولیاء اللہ، کس طرح پُورا کر دیا کرتے ہیں۔ اسکی صورت و کیفیت
- ” _____ ان مذکورہ اولیاء اللہ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول
- ” _____ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر زمین بھی روتی تھی
- ۱۴/۱۷ _____ زمین بھی جانتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے
- ۱۷ _____ قیامت تک ان اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان
- ” _____ بصورتِ انتقال ان اولیاء اللہ کی خانہ پڑی کس طرح کی جاتی ہے
- ” _____ صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ
- دوسرا باب ” ان احادیث و آثار نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اولیاء اللہ کے موجود ہونے، اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں
- ۱۸ _____ احادیث مرفوعہ سے ان صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی جائے رہائش کا بیان
- ” _____ ابدال وغیرہ اولیاء اللہ کی نصرت و مدد لینے و قرب جو اربابوں کے لیے زیادہ
- ۱۹ _____ ہوتی ہے۔ گو وہ بالعموم سب کے شامل ہوتی ہے
- ” _____ مافوق العادت امور میں اولیاء اللہ کی اعانت و امداد کا مسئلہ
- ” _____ اولیاء اللہ کے گردہ ابدال کی صفات عادات و سیرت، روایت حضرت علیؓ حدیث مرفوعہ سے
- ۱۹/۲۰ _____ ابدال اولیاء اللہ، دُوروں کے معامات کی ٹرہ نہیں کیا کرتے بلکہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں
- ۲۰ _____ اولیاء ابدال جو کچھ بھی پاتے ہیں وہ سخاوت اور اپنے پیشواؤں کی نیر خواہی سے پاتے ہیں
- ” _____ عورتیں بھی ابدال ہوتی ہیں۔ روایت حضرت انسؓ حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے
- ” _____

- ۲۱ — اولیٰ ابدال کا جنت میں داخلہ سخاوت اور دلوں کی صفائی سے ہوگا (حدیث نبوی)
- " — ابدال دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے
- " — زمین کبھی بھی چالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں رہے، برابر ابراہیم خلیل اللہ کی مثل ہوتے ہیں (حدیث نبوی)
- " — حضرت قادہ فرماتے ہیں کہ امام حسن بصریؒ بھی ان پاکباز مردوں میں سے ہیں جن کے طفیل دنیا والوں کو عسنادی امداد حاصل ہوتی ہے
- " — حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں رہی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں کے آفات و بلیات و عذاب کو اٹھاتا ہے
- ہر زمانے میں بائیس سو بہتر افراد موجود رہیں گے، (حدیث نبوی)
- " — چالیس بہترین افراد امت کے اعمال میں سے اپنے اور پریم معاف کر دیں گے اور برائی کی بڑھ احسان کریں گے، اپنے مال سے محتاجوں کی مدد کریں گے، (حدیث نبوی)
- بعض اولیاء اللہ کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر، اور بعض کے ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور بعض کے جبرائیل علیہ السلام کے دل پر اور بعض کے میکائیل علیہ السلام کے دل پر، اور ایک کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے، ان سب کی تفصیل، اور بوقت انتقال ان کی خانہ پوری کی کیفیت، اللہ تعالیٰ ان کے طفیل جلاتا، مارتا، اور اگاتا ہے، (حدیث نبوی)
- ۲۲ — اللہ تعالیٰ ان اولیاء کے ذریعہ کس طرح جلاتا، مارتا، اور اگاتا ہے، اس سوال کا جواب، حضرت ابن سعود صحابی کے کلام سے
- ۲۳/۲۳ — یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر بھی کسی دلی کا قلب ہے۔ اس کی تشریح
- ۲۳ —

- ۲۳ — انبیاء طائفہ، اور اولیاء کے قلوب، قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اسی طرح ہیں جس طرح کہ شمع کی روشنی کی نسبت دوسرے ستارے ہیں
- حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں اور دوسرے حضرات اللہ کی بعض صفات کے مظہر ہیں
- ۲۴ — قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر ہے، بن گل الوجہ، کوئی ولی بھی اسے نہیں بہتا
- " — اولیاء اللہ کے کسی نبی یا فرشتے کے قلب پر ہونے کا مفہوم کیسا ہے
- ۲۵ — حدیث ابدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت
- " — ابدال سے متعلق حدیث کی صحت کی تحقیق، یہ موضوع ہے ابن جوزی - اور متواتر معنی ہے - سیوطی کا بیان - یہ حدیث متعدد طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے - امام سخاوی کا بیان - اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث بروایت امام احمد بن حنبلہ حضرت علیؓ حدیث نرفوع ہے - (سخاوی)
- " — ابدال کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے جن میں سے بعض صحیح ہیں حافظ ابن حجر کا بیان
- " — قطب کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ غوث کا ذکر وصف شہود کے ساتھ ثابت نہیں
- ۲۶ — ابدال کی اولاد نہیں ہوتی یہ ان کی نشانی ہے - (بعض روایات)
- " — قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ امام شافعیؒ نے فرمائی ہے
- " — قطب غوث دونوں کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے
- " — غوث کا معنی وجود صحیح احادیث نبویہ سے تو ثابت نہیں لیکن اس کے ثبوت کے لئے اس کی شہرت اور اس طبعیت پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۲۴ ————— حدیث میں جس ایک شخصیت کا ذکر آیا گیا ہے وہ قطب ہی اور وہی غوثِ فردک (امامِ باغی) —————
- " ————— جس حدیث کا ذکر امامِ باغی نے کیا ہے وہ صحیح ہے (علامہ ابنِ حجر کی ۶) —————
- ۲۴/۲۷ ————— امامِ باغی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اسے صحیح یا کماؤ اور نکات معلوم ہونے۔ انکی تشریح —————
- ۲۷ ————— ابدال کے بارے میں محدث ابو نعیم اور امام احمد کی حدیثوں میں تطبیق کی صورت —————
- ۲۸ ————— علامہ ابنِ حجر کی کے اُستاد علامہ جوینی کا قطب، بخارا، نقبار، ابدال وغیرہم کے وجود سے —————
 انکار کرنا، اور اپنے اس خیال سے رجوع کرنے کا واقعہ۔ اور ان کا اعلانِ توبہ کرنا۔ —————
- " ————— علامہ ابنِ حجر کے اُستاد علامہ جوینی نابینا عالم تھے —————
- ۲۹ ————— شیخ الاسلام ذکر آیا انصاری کا فرمانا کہ خدا کی قسم، قطب، ابدال، نقبار، بخارا —————
 وغیرہم موجود ہوتے ہیں —————
- ۲۹/۳۰ ————— ابدال کے ذریعہ دنیا کا نظام قائم ہے۔ اور زمین خصلتیں اگر کسی میں پائی جائیں —————
 تو وہ ابدال میں ہے۔ ان خصلتوں کی تفصیل، از حدیثِ نبوی —————
- ۳۰ ————— ایک خاص دُعا جس کے پڑھنے سے آدمی ابدال میں کھلایا جاتا ہے۔ (جید ابو نعیم) پھر —————
 اس کلام کی تشریح کہ دُعا پڑھنے والے کے ابدال کی فہرست میں کھل جانے کا کیا مطلب ہے —————
- ۳۱ ————— تیسرا باب، قطب، غوث، کے بعض حالات کے بیان میں —————
- " ————— قطب ہمیشہ مکہ معظمہ میں نہیں ہوتا —————
- " ————— قطب، کا قلب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے —————
- " ————— قطب، غوث، وہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق —————
 پر ظاہر کرنا چاہتا ہے خواہ وہ بلادِ آرمائش ہو یا انعام و امداد —————
- " ————— قطب کا سر ہمیشہ واردات کے ثقل سے پھٹا جاتا ہے —————

مندرجات

نمبر

- ۳۱/۳۲ — تمام شہروں سے اکمل کرتے ہیں اور تمام گھروں سے اکمل کعبہ اور تمام مخلوق سے
 ۳۲ — مگر معجزہ قطب کے جسم کی نظیر اور کعبہ اس کے قطب کی نظیر ہے
 " — مخلوق کو اس کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے
 " — بہت کم اولیاء اللہ قطب کو پہچانتے ہوتے ہیں
 ۳۳ — سب اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی افضل نہیں
 " — اس امت کے پہلے قطب ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی ہیں
 " — خلفائے محمدیہ میں آخری قطب امام ہدی علیہ السلام ہوں گے
 ۳۴ — جیسی علیہ السلام پچیس سال تک خلافت کے منصب اور قیامت کے مہذبہ پر فائز رہیں گے
 " — قیامت کا بارگراں قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے
 " — آسمان زمین کی ہر بلا پہلے قطب پر نازل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو
 " — ہر وقت درد سر لاحق رہتا ہے جیسے کوئی اس کے سر پر خمی لگا رہا ہے
 " — قطب کا تیز اور اہل بیت سے ہونا کوئی شرط نہیں ہے، (امام شہوانی بکرا الشیخ خود)
 " — قطب اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے
 " — "افراد" کے مقام پر فائز ہونے والے ہی قطب کو جانتے ہیں
 " — انھیں قطب کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتیں
 ۳۵ — اکثر اولیاء اللہ قطب کے ساتھ آکھے نہیں ہو سکتے
 " — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تواضع کا داعی
 " — قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے

مندرجات

- ۳۵/۳۴ ————— کہ معتقد میں شیخ ابو بکر اور شیخ عثمان کی قطب وقت شے ملاقات کا عجیب
واقعہ، قطب کی آمد پر شیخ عثمان کی ڈاڑھی رانوں تک جا پہنچی
- ۳۴ ————— بوقت رخصت قطب کا سورہ فاتحہ اور سورہ لایلاف پڑھنا
- " ————— امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قطب غوث ہی ہوتا ہے
- " ————— اللہ تعالیٰ قطب پر اپنی غیرت کی ذہر سے اُس کے حالات لوگوں سے مخفی رکھتا ہے
- ۳۷ ————— قطب سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے
- " ————— اوتاد کے حالات کو خواص جانتے ہیں
- " ————— ابدال کے حالات کو خواص اور عارضین جانتے ہیں
- " ————— نجات اور نجات کے حالات بھی عوام سے پوشیدہ ہوتے ہیں
- " ————— صالحین کے حالات عوام خواص سب پر ظاہر ہوتے ہیں
- ۳۸ ————— چوتھا باب اس چیز کے بیان میں جو قطب پر نازل ہوا کرتی ہے۔ اور جو
کچھ اس پر وارد ہوتا ہے، وہ اس میں کس طرح تصرف کیا کرتا ہے
- " ————— جو آفات تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وہ پہلے قطب ہی
پر نازل ہوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈالی جاتی ہیں
- ۳۹ ————— یہ جو بعض لوگ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے ہیں جس کے سبب کا اُن کو علم نہیں
ہوتا۔ اور جس لوگ اپنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ سو نہیں سکتے، اور جس پر غفلت
طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ بول نہیں سکتے
تو اس کی وجہ وہ قدرتی آفت ہوتی ہے جو اُن پر تقسیم کر دی جاتی ہے
- ۳۹/۴۰ ————— (خاتمہ کتاب) کرامت اور ڈولی کی تشریح کے بیان میں ہے

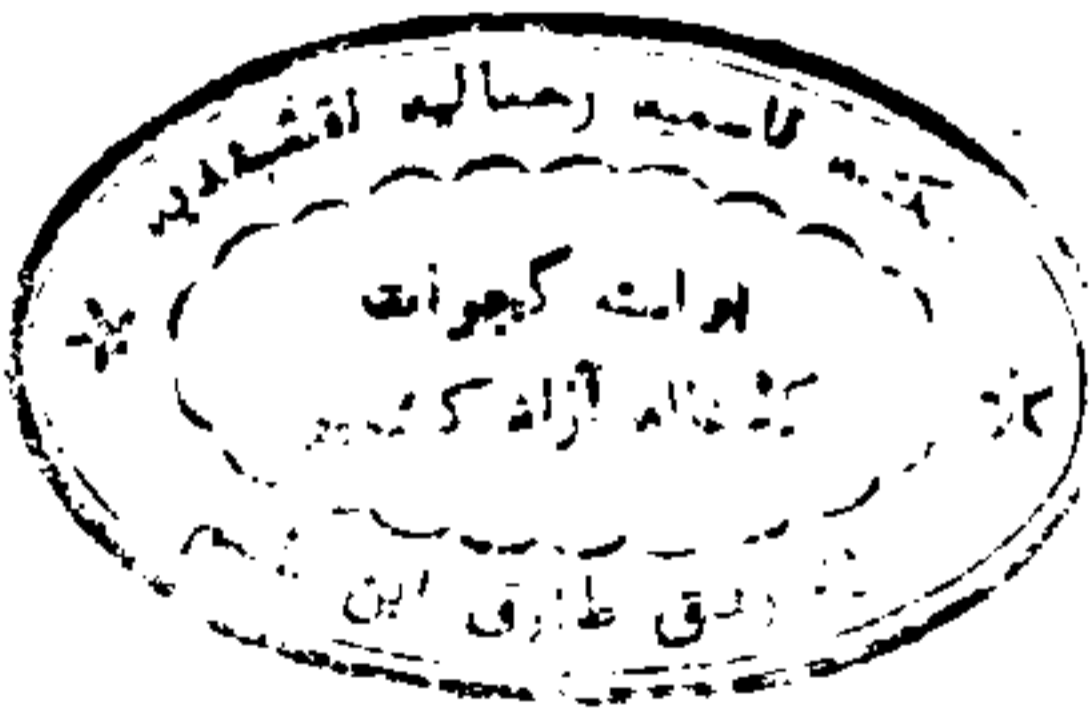
- ۴۰ _____ امام ابوالقاسم قشیری کے حوالہ سے "دلی" کی تشریح
- " _____ لفظ "دلی" بروزن فعلین معنی فاعل ہو گا یا مفعول دونوں صورتوں میں
- " _____ اس کے معنی کی تشریح
- ۴۰/۴۱ _____ "دلی" کا گناہ سے محفوظ ہونا شرط ہے جیسا کہ نبی کا معصوم ہونا
- ۴۱ _____ لغزش اور خطا، دلی کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں
- " _____ "دلی" کے غالب حال میں حقوق اللہ کی ادائیگی، مخلوق پر نرمی دہربانی،
- لوگوں کے لیے از خود اللہ تعالیٰ سے احسان کی دعا کرنا، اور کسی سے انتقام
- " _____ نہ لینا، کسی کے ساتھ کینہ نہ رکھنا، کسی سے کوئی طبع نہ رکھنا، دیگر صفات غالبہ
- ۴۲ تا ۴۴ _____ کرامت، احانت، معونت، ارعاش، استراش، و شجود کافزق
- ۴۴ _____ دلی کی کرامت اس کے نبی کا مجزہ ہوتا ہے
- انبیاء کے کمالات کی مثال شہد سے بحر سے ہوتے شکر سے کا شہد ہے اور اوینا
- ۴/۴ _____ کے کمالات کی مثال وہ قطرہ ہے جو اس شکر سے سے ٹپک پڑے (بایزید بٹائی)
- ۴۵ _____ کرامت کا مجزات کی جنس سے ہونا جائز ہے۔ اس کی تحقیق
- ۴۵/۴۶ _____ کرامت اور مجزے میں فرق دعویٰ و عدم دعویٰ نبوت کے ذریعہ ہوتا ہے
- (ختم)
- ۴۶ _____ دلی کو کرامت کے ظہور سے بعین کی بجلی حاصل ہوتی ہے
- " _____ کرامت اور بیت کے ظہور کے جائز ہونے کا قائل ہونا ضروری ہے
- ۴۶ تا ۴۸ _____ اثبات کرامت کے لئے دلائل از قرآن و حدیث

مندرجات

نمبر صفحہ

- امام قشیریؒ نے اثبات کرامات کے سلسلہ میں آثار، اخبار، صحابہ، تابعین ————— ۴۸
- ” ————— اندر معتبرین کے واقعات نقل کرنا ہے
- ” ————— کتابت کے آخر میں مصنف کی ڈوس
- ” ————— تحریر رسالہ کے اختتام کی تاریخ
- اقطاب ابدال وغیرہ ادویاء کے بارے میں ۲۶ عربی اشعار کا ترجمہ ————— ۵۲ تا ۵۹

قیمت



علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ کا اسم گرامی، محمد امین، اور والد ماجد کا نام محمد عمر، عرف مسلامہ شامی، اور ابن عابدین ہے۔ اپنے زمانہ کے علامہ، فہامہ، فقیہ، محدث، محقق، مدقق، جامع علوم عقیدہ و فقہ تھے، علوم سید شیخ سعید علی، اور شیخ ابراہیم علی سے پڑھے، اور حدیث و فقہ کی سندیں حاصل کیں اور ۱۲۴۹ھ ہجری میں کتاب رد المحتار شرح در مختار، المعروف بہ شامی، تصنیف فرمائی۔ جو ایسی مقبول نام ہوئی کہ پال و بسند کے علما کوام، و مفتیان عظام اکثر اس سے فتاویٰ لکھتے رہے اور اب بھی لکھا کرتے ہیں۔ اور یہ بار بار طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ نے بتیس رسائل، جو کہ مجموعہ ”رسائل ابن عابدین“ کے نام سے شہور ہیں، مختلف مسائل و موضوعات پر تصنیف فرمائے۔ جن کو آب سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور نے طبع کیا ہے۔ ان رسائل میں انتہائی قابل قدر مواد ہے۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان میں سے ایک رسالہ ”رسائل الحسام الہندی نصرۃ مولانا خالد نقشبندی“ بھی ہے جس میں حضرت علامہ نے عارف باللہ حضرت شاہ عظیم علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص شیخ المشائخ، قطب وقت حضرت مولانا خالد نقشبندی کر دی رحمۃ اللہ علیہ پر بحث لغین کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور مشکل علم غیب ذاتی و عطائی بھی بیان فرمایا ہے۔ اور علامہ نے حضرت شیخ کر دی سے اپنی جس عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک عقیدتمند کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فرمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

اور ان ہی رسائل میں سے ایک یہ رسالہ ہے جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں علامہ نے قطب خوش، ابدال، اوداد، انخار، نجار، نقبار، عوفاء وغیرہم کے سلسلہ میں قابل ستودہ قابل دید مواد بہت فرمایا ہے۔ جو اپنی مجموعی حیثیت میں کسی دوسری کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ اور یہ حضرت علامہ ہی کا حصہ ہے۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی ظہر فرمائی

ہیں کہ ایک مطالعہ شدہ دار آدمی کے لئے باوجود کافی کثرت کے مطالعہ کے اور بہت کچھ اس سلسلہ میں سُن لینے کے پھر بھی نہا اور نا در ہے۔ ناچیز نے اس کے ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شہولیت کے شرف سے نوازے اور شہول نام و دوام عطا فرمائے اور اس سچپان کے لئے سلامتی کی و دارین کی بہتری کا سامان بنائے۔ اور ان حضرات قدس سرہم و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات و اعمالِ صالحہ کے طفیل اس ناچیز کے آباد اجداد کو مغفرت و رضوان و درجات کی بلندی سے نوازے۔ آمین یارب العالمین پگاہ سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعلمین و آئہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات)

علامہ موصوف کی وفات ۱۲۹۶ھ سے پہلے کی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ آپ کے خلف الصدق سید محمد علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو رد المحتار کی چوتھی جلد ۱۵ ماہ صفر ۱۲۹۰ھ کو اپنے ہاتھ سے نقل فرمائی ہے۔ تو اس میں آپ کو مرحوم کے لفظ سے ذکر آیا ہے جیسا کہ صاحب "مدائن حنیفہ" نے لکھا ہے۔

غلام محمود ہزاروی
تکَانَ اللہُ تَعَالَى

تقدیم

مُخَدَّوْهُ وَنُصَبَنِي عَلَىٰ شَوْلِيهِ الْكَرِيمِ دُوْعَىٰ آلِهِ وَأَهْلِيهِ أَجْمَعِينَ ۝

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو شرف و کرامات کا بج اس کے سر پر سجایا۔ عزت و بزرگی کی جلالت و عظمت نوازا۔ مزید لطیف و کرم فرماتے ہوئے اسے اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور تمام نورانی مخلوق کو اس کے سامنے بجدہ ریز کر دیا۔

انسان کے لیے یہ عزت و فرامیاں کس لیے؟ کیا اس لیے تھی کہ اسے ایک جسم عطا کیا گیا ہے؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ کائنات کی وسعتوں میں ہمیں ایسی بھی مخلوقات نظر آتی ہیں جن کا جسم انسانی جسم سے قوی تر اور طاقت ور ہے۔ اگر خلافت کا معیار جسم ہوتا تو کبھی قوت و طاقت سے بھرپور جسم کو یہ مساوت عطا کی جاتی، کسی تو اناد جسم مخلوق کو اس کا اہل قرار دیا جاتا۔

انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک جسم لطیف سے بھی نوازا ہے جسے روح انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ اصل جوہر ہے جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اس روح انسانی کا تعلق اس عالم آب و گل سے نہیں بلکہ ایک ماوراء جہان سے ہے جس کا ادراک ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس مقدس جوہر کی نسبت اس خاک جہان سے نہیں بلکہ اس کا منبع وہ جہاں ہے جسے اسرار الہیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان ساری حقیقتوں کے باوجود آج جب علم تاریخ انسانیت پر نظر ڈالتے ہیں تو اکثریت ان افراد کی نظر آتی ہے جن کا اس شرف و بزرگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ نیابت الہی کا تصور ہی نہیں، وہ تو حیوانات سے بھی بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فخر العلماء الوارثین اہم فخر العین رازی قدس سرہ عقیدہ کثرتی فرشتہ بڑے یوں رقمطراز ہیں۔

أَنَّهَا تَأْتِي بِهَذَا الْبَدَنِ وَتَسْتَفْرِقُ فِي تَدْبِيرِهِ حَصَارِي فِي ذَالِكَ الْإِلَهِ
مُسْتَفْرَاةً إِلَىٰ حَيْثُ نَفْسِ الْوَطْنِ الْأَوَّلِ وَتَشْكُرُ الْمُنْقَرِمَ
فَصَارَ بِالْكَلِمَةِ مُتَشَبِّهًا بِهَذَا الْجَسَدِ الْفَاسِدِ فَضَعُفَتْ قُوَّتُهُ وَذَهَبَتْ مَلَكَتُهُ وَ

لَمْ يَقْدِرْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْأَفْعَالِ . تفسیر جیسے ص ۹۱

ترجمہ :- اس روح کا تعلق جب اس بدن سے ہوا اور وہ اسی کے انتظام و مہر نام میں منہمک ہو گئی تو وہ اس استغراق و اہٹاک میں اس خلک پہنچ گئی کہ اپنے وطن اول اور پہلے گھر کو بھول گئی۔ پس وہ کلیتہً اس جسمِ سادے سے مشابہ ہو گئی۔ پھر اس کی قوت و سطوت میں ضعف آیا۔ اس کا منصب و عہدہ اس کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور ان افعال کے کرنے سے عاجز آگئی (جو نابینا الہی کے ہاتھوں روپذیر ہوتے ہیں)۔

لیکن اس عالمِ آبِ گل میں ان نفوسِ قدسِ شہید کی بھی کمی نہیں جن کی روح اور جسدِ جسمت کی میں جوڑے بیٹے بھی اپنے اصلی وطن کو نہ بھولی۔ قربِ الہی کی جو سعادت اسے اس بدن میں آنے سے قبل حاصل تھی۔ اس کی یاد ہر وقت اُسے بے چین و بے قرار رکھتی ہے۔ عالمِ دارستگلی میں پھر اسی معبودِ حقیقی کا ذکر مشامِ جاں کو معطر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکرِ الہی اس کی طبیعت کا جزو و لا یتفکک بن جاتا ہے۔ کوئی لمحہ کوئی لحظہ بھی پروردگارِ عالمِ جلالت کے ذکر کے بغیر نہیں گذرتا۔ پھر وہ مقام آتا ہے جسے مقامِ نیابتِ الہی کہا جاتا ہے۔ اس مقامِ وسیع پر فائز ہونے کے بعد ساری کائنات اس کے سامنے دست بستہ حاضر ہے۔ جس طرح چاہے، جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں وہ قوت و طاقت سرایت کر جاتی ہے جس کا تصور ایک عام کے طائرِ فکر سے بلند ہوتا ہے۔ پھر وہ بائگ و حل اعلان کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ مَا قَلَعَتْ بَابَ خَيْرٍ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِيَّةٍ بَلْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِيَّةٍ .
ترجمہ :- خدا کی قسم میں نے خیر کے دروازے کو چھانی قوت سے نہیں بلکہ بانی قوت سے اکر ڈالا ہے

اسی چیز کو عارف باللہ امام فخر الدین رازی یوں بیان کرتے ہیں
وَإِذَا تَفَقَّ فِي فَهْمٍ مِنْ الشُّؤْمِ كَوْنَهَا قُوَّةٌ، الْقُوَّةُ الْقَدْسِيَّةُ
الْمُضْمِرِيَّةُ مُشْرِقَةٌ الْجَوْهَرُ عُلْوِيَّةٌ الطَّبِيعِيَّةُ ثُمَّ انْصَافٌ لَيْسَ أَنْوَاعَ الرِّيَاضَاتِ
الَّتِي تَزِيلُ عَنْ وَجْهِهَا غَبْرَةَ الْكُتُوبِ وَالْفَسَادِ اشْرَاقٌ وَتَلَاوُحٌ

وَقَوِيَّتْ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ
بِإِعَانَةِ نُورِ مَعْرِفَتِ الْخَضِرَةِ الصَّمِدِيَّةِ وَتَقْوِيَةِ أَنْوَارِ خَضِرَةِ الْجَلَالِ
وَالْعِزَّةِ ۝

تفسیر کبیر صفحہ ۹۱ جلد ۲۱

ترجمہ :- جب حسن اتفاق سے ارواح میں کوئی روح برقت تخلیق ہی ماہیتِ قویہ سے
رُسراز ہو، ایسی قویہ جس کا عنصر قدسید ہو، اس کا جوہر پوری آب و تاب سے
چمک رہا ہو، اس کی طبیعت میں علو و بلندی ہو، پھر مختلف ریاضتوں کے ذریعے اس کے
رُخِ زیبا سے کون و فساد کا بخار زایل کیا جائے تو وہ دُوحِ نفسِ ہیکنا اور حکمانا شروع کر
کرنے لگی اور بارگاہِ صمدیت (جلالہ) کے معرفت کے نور کی مدد اور اللہ جل جلالہ
و عزربانہ کے انوار کی تقویت سے عالم کون کے ہیولی میں تصرف پر قدرت رکھتی۔
وہ سعادت کا امیں جو بارگاہِ ذوالجلال سے حاصل کردہ نیابت کا تاج مرصع سر پہنچا
ہو، خلافت کی خلعتِ زیبا سے آراستہ ہو، جس کی رُوحِ ارجمند دنیاوی آلائشوں سے
پاک و صاف ہو، قُربِ الہی کی بے مثال دولت سے آراستہ ہو، اُس کا وجودِ مسعود کائنات میں
ایک آیتِ الہیہ ہے۔ خیرات و برکات کا ایک منبع و مصدر بن جاتا ہے۔ جو خدا کا ہوا
خدا اُس کا ہوا۔ رزق کی کُشاہگی، رحم و کرم کا نزول اسی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی چیز کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا،

خَلُّ تَصَرُّوفٍ وَتَزُقُوتٍ إِلَّا بِضَعْفَانِكُمْ بَخَارِي ص ۵۰

ترجمہ :- تمہیں مستح و نصرت سے نہیں نوازا جاتا اور تم پر رزق کے دروازے نہیں کھولے جاتے مگر
تمہارے منعفاء کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی مشرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ مشرح البخاری میں نسائی شریف کی روایت

ایک روایت شریف میں نقل فرماتے ہیں،

إِنَّمَا نَصَرَ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعْفَتِهِمْ وَبِدَعْوَاتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ ۝

فتح الباری — صفحہ ۱۹ جلد ۴

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کو نصرت سے سرفراز فرماتا ہے، اسی اُمت کے ضعفاء کی وجہ سے ان کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی برکت سے اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد سلامہ موصوف یوں تحریر فرماتے ہیں،

قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ: تَأْوِيلُ الْحَدِيثِ أَنَّ الضُّعْفَاءَ أَشْرَأَ اخْلَاصًا فِي الدُّعَاءِ وَ أَكْثَرَ خُشُوعًا فِي الْعِبَادَةِ لِغَلَاظِ قُلُوبِهِمْ عَنِ اشْتِغَالِ بَرُخْرُوفِ الدُّنْيَا.

فتح الباری — صفحہ ۱۹

ترجمہ:- ابن بطال اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ضعفاء کی دعائیں زیادہ اخلاص ہوتی ہیں۔ اور ان کی عبادت خشوع و خضوع سے بریز ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کے دل دنیا کی زیب و زینت کی چاہت سے خالی ہوتے ہیں۔

ان ضعفاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ فرشتہ سیرت لوگ کون ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے وجود پر فتح و نصرت اور رزق کو موقوف فرمایا ہے؟ علامہ علاء الدین ساری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں یوں نظر آ رہے ہیں۔

(إِلَّا بِضَعْفَائِكُمْ) أَيْ الْإِثْمَانِ بِبُرُوكَةِ وَجُودِ ضَعْفَائِكُمْ وَوَجُودِ قُرْآنِكُمْ فِيهِمْ بِبُرُوكَةِ لِقَاءِ أَقْطَابِ وَالْأَوْتَادِ لِثَبَاتِ الْعِبَادَةِ وَالْبِلَادِ وَحَاجِلُهُ أَنَّهَا جَعَلَ النَّصْرَ عَلَى الْأَعْوَادِ وَقَدَّرَ تَوْسِيعَ الرِّزْقِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ بِبُرُوكَةِ الْقُرْآنِ فَأَكْرَمَهُمْ وَلَا تَكْتَرُوا عَلَيْهِمْ فَأَتَمُّ أَهْلِ سُلُوكِ الْحَبِيبَةِ عَلَى حُسْنِ الْوَالِدِ فِي مَلُوكِ الْجَنَّةِ فِي أَغْلَى مَرَاتِبِ الْعِزَّةِ مِرْقَاةً تَرُوحُ شَكْوَةَ مِيرِ

ترجمہ:- فتح و نصرت اور رزق ضعفاء و فقراء کے وجود کی برکت سے ہے۔ کیوں کہ وہ منزلہ اقطاب و اوتاد کے ہیں۔ کیوں کہ بندگانِ حشر اور مملکت و ثباتِ انہی کے

وجودِ سعود پر موقوف ہے۔ حالِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ نصرت اور اغنیاء پر وسعتِ بزرگ فتراہ کی برکت پر موقوف فرمایا ہے۔ پس اس کے ان کی عزت کر دو اور ان پر تکبر نہ کرو۔ یہ سلوکِ محبت کے ایسے اہل ہیں کہ اس کے تنگ راتوں سے بڑی جوان مردی سے گزرنے والے ہیں۔ اور جتنکے اعلیٰ مراتب کے ساتھ جتنکے کلمے ہیں گویا قطاب و ابدال و اغواث وغیرہ ہی ریاضِ ہستی کے دُہ پھول ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو چسمن کی بہاریں اُجڑ جائیں۔ دُنیا کی رونق و شادمانی ہی مٹ جائے۔ چشمہٴ حیات میں نام کو پانی نہ ہے۔ اور جنگ و جدال کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے بالآخر دُنیا ہلاکت و تباہی کے عمیق گڑھے میں گر کر نیت و نابود ہو جائے۔

رئس العلماء و المحققین و شریک العصر حضرت علامہ ابن عثاب بدینِ قدس سرہ امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الف الف سلام) کے چند افراد میں سے ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں علمِ ظاہر کے علاوہ علمِ باطن کے اسرارِ رموز سے بھی نوازا ہے انہوں نے اپنے قلمِ فیضِ شہم سے انہی مردانِ باہنہ یعنی غوثِ قطب۔ ابدال وغیرہم کا تذکرہ نہایت مدلل طریقہ سے کیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ان کی تعداد مقام و سکن اور مراتبِ عالیہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نام

اجابة الغوث بیاب حال التقباء والتجباء والابدال والاقوات
والغوث رکھا ہے۔ اس کتابِ لطیف کے ترجمہ کی سعادت حضرت علامہ قاضی غلام محمد صاحب
ہزاروی زید عبودہ کے حصہ میں آئی ہے، خدا تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مزید صحت
دین کی توفیق بخشے۔ آمین بجا سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

راقم الحروف

محمد کریم سلطانی خاندن جامعہ ریاض العلوم
پہیلز کالونی، نزد ۱۰ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس اُمتِ محمدیہ کو لوگوں شرافتوں سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے لیے ہتھم، جامع و کمل شریعت (قانون ضابطہ) اور واضح احکام تجویز فرمائے اور اس کو انتہائی آسان تکلیف و پابندی کے ساتھ مکلف و پابند فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ایسے انتہائی عبادت گزار بندے پیدا فرمائے جو کہ اُس کے ماسورات کے امثال و پیروی، اور اُس کے ممنوعات سے احتراز کرنے (کے سلسلہ) میں دوسروں سے بازی اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو فنا ہی کر ڈالا۔ اور اپنے آپ کو توحید و تنزیہ کی زندگی کے دریاؤں میں غرق کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور پاکی کا عقیدہ رکھنے اور اس کو بیان کرنے اور اس کا حال اپنے اوپر وارد کرنے میں، مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، کی تعمیل میں جسمانی و مادی خواہشات کو فنا کر کے توحید کی زندگی حاصل کر گئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں سے اوتاد، نقباء، ابدال، انجار، اقطاب، انجباب، پیدا فرمائے (یاد رہے اللہ کے مقامات، مناصب، اور عہدے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کے ذریعہ اپنے کمزور بندوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور اُن میں سے بعض پر خیر اور پوشیدگی کا پردہ ڈالی کہ لوگوں کی نظروں سے اُن کی ولایت کے حال کو مستور و مخفی فرما دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے ان اولیاء اور دوستوں کو بشری کمزورتوں سے مجرّد فرما دیا ہے۔ اور احدیت کے دریاؤں میں اُن سے غوطہ لگوا دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے اسماء و صفات کے اسرار پر ان کو مطلع فرمایا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی تجلیات کی شعاعوں کے لئے طاق بنایا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُس ذاتِ اقدس پر جن کے انوار کے چراغ سے سب شعلہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جھرتے لینے والے ہیں۔ یعنی ستیفیض ہیں۔ اور اُن کے

ہرفان و اسرار کے فیض سے سب حصّہ طلب کرنے والے ہیں۔ اور اُن کے قانونِ شرعی اور دستورِ ہدایت کے دریاؤں سے سب چلّو بھرنے والے ہیں، اور ہر کڑی اُن کے جو دوسخا اور گرم و عطا کے پھلوں سے میوہ توڑنے والا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُن کے آل و اصحاب پر جو آپ سے نُرّانیت اور نبیویّت و برکات حاصل کرنے کے معاملے میں انتہائی اگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور معرفتِ حُند و ندی و اتباعِ سُنّت کے میدان میں دُشُروں پر سبقت لے جانے کے لیے پھریرے بدن والے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔

اور بعد حمد و صلوٰۃ و سلام کے اپنے گناہوں کے عیب کا اسیر، اپنے پروردگار کی مٹائی کا بڑا اُمیدوار، (جس کا نام) محمد امین اور کنیت ابنِ عبدین ہے، اللہ تعالیٰ اِس کے گناہوں کو بخشنے، اور اِس کے عیبوں کو چھپاتے، عرض پر دازبے کرجو سے بعض حضرات نے قطب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ (”قطب“ اویاء اللہ، میں ایک عمدہ و منصب کا مقدر ولی ہوتا ہے) جو کہ ہر ذر میں ہوتا ہے۔ اور یوں ہی ابدال، نقباء، نجباء کی تعداد و تفصیل کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ تو میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ میں کچھ مضامین جمع کئے اور پھر اُن حضرات اویاء اللہ کی عالی بارگاہوں سے اجازت طلب کرنے، اور اُن کی اُر و ارج مقدر کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے کے بعد اس سلسلہ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ (مہربان) اُن حضرات اویاء اللہ کی عملی و روحانی خوشبوؤں سے ہمیں بھی (ادفر) حصّہ عطا فرمائے گا (یا اُن کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ہمیں بھی سَتفید فرمائے گا) اور اُن کی عظیم برکات سے ہمیں بھی نوازے گا۔ اور ستمذات کے کلام اور جلیل العتد بزرگوں کی تصنیفات کے جو حوالے اس موضوع پر مجھے میسر آئے وہ میں نے اکٹھے کر لیے۔ اور میں نے اپنے اس مجموعہ کو چار بابوں اور ایک حنا تمہ پر ترتیب دیا ہے۔ اور میں نے اپنے اس رسالہ کا نام ”اجانبۃ و تغوث“ بیانِ حال

النَّبَاةِ وَالنَّجْمِ وَالْاَبْدَالِ وَالْاَوْتَادِ وَالنَّغْوٰثِ“ رکھا ہے۔ اور میں اس کا ایک نسخہ تیار کر کے اُن صاحب کی خدمت میں ارسال کیا (جنہوں نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تھا) پھر (اس کے بعد) مجھے (اس موضوع پر) کچھ اور مواد نظر آیا جو کہ اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اہل فہم اس کے ذکر کو پسند کریں گے، تو میں نے چاہا کہ مدعا فی بیمار کے علاج کی غرض سے اس نئے مضمون کو بھی اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق کر ڈالوں اور بسا اوقات تحریر میں تبدیلی بھی واقع ہوتی ہے۔ لیکن میں نے اس رسالہ کا نام اور اس کی ترتیب دُبی (پہلے والی) رکھی اور اب میں اللہ تعالیٰ سے جو قریب بھی ہے اور دُعَاؤِی کا قبول کرنے والا بھی، مدد کی درخواست کرتا ہوں۔

پہلا باب

اقطاب، ابدال، اوتاد، پنجاب، نقباء کی صفات، حالات، تعداد اور جائے رہائش کے بیان میں ہے۔ (اقطاب) جمع قطب کی ہے۔ جس کا وزن ہے قفل۔ صوفیاء و عارفین کی اصطلاح میں وہ باطنی غلیظ اور ناپ الہی ہوتا ہے جو کہ تمام اہل زمانہ کا سردار ہوا کرتا ہے۔

(قطب کی وجہ تسمیہ) قطب کو قطب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تمام مقامات اور حالات کا جامع ہوتا ہے اور سب کی گردش کا مرکز ہوا کرتا ہے۔ یہ نام ”قطب الرحی سے ماخوذ (یا گیا) ہے جو کہ اس کی اُس کیل کو نہا کرتے ہیں جس کے اوپر چکی گھوما کرتی ہے۔ (تو جیسے چکی کی گردش اُس کیل کے گرد ہوتی ہے یونہی زمانے کی گردش اُس ولی اللہ کے گرد ہوا کرتی ہے، اس لیے اُس کو بھی قطب کہتے ہیں۔

اور سیدہ شیخ شرف الدین محمد بن فارض کے قصیدہ تائیدہ کی شرح میں سیدہ شیخ عبدالرزاق قاسانی فرماتے ہیں کہ ”قوم (صوفیاء) کی اصطلاح میں (روحانیت و تقدس کے اعتبار سے) وہ انتہائی مکمل انسان ہوتا ہے جو مقامِ فردیت پر نکلن (جاگزیں) ہوتا ہے اور مخلوق کے حالات اس کے گرد گھوما کرتے ہیں۔ (اور وہ اس دائرے کا مرکز ہوتا ہے) (مطلب یہ کہ قطب معروف جہاں کو کہتے ہیں) (اور قطب کی قسمیں ہیں) سو یا تو اس عالم شہادت (ظاہری) کے اندر جو مخلوقات ہے اس کی نسبت سے قطب ہوتا ہے جو اپنی وفات کے وقت ”ابدال“ میں سے جو اس کے زیادہ تر (سینئر ابدال) ہوتا ہے۔ اُس کو اپنا جانشین معزز کر جاتا ہے۔ تو پھر وہ اکل ابدال اس قطب کے قائم مقام ہوتا ہے۔“ (دور اقطاب) اور زیادہ تمام مخلوقات کی نسبت سے چاہے وہ عالم غیب کی مخلوقات ہو یا عالم شہادت کی قطب اور معروف ہیں اور کوئی بھی ابدال اُن کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی مخلوقات میں سے کوئی ان کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور اُن کے اقطاب کے قطب ہیں جو کہ عالم شہادت (ظاہری) میں یکے بعد دیگرے آیا کرتے ہیں۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی قطب تھا اور نہ ہی اُن کے بعد کوئی قطب آیا جو اُن کا جانشین بنا ہو۔ اور وہ قطب

روحِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کو نزلان لا خلفت الا فلاک سے مخاطب فرمایا گیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا کہ اے پارسے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا، (علامہ شیخ فاضلانی کا کلام تراویح) (اب علامہ شامی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس کلام مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ رونی دوسرا بعینہ اس نام تمام میں آپ کا جانشین نہیں ہو سکتا کہ اس کو بھی بالکل بعینہ آپ کا مقام حاصل ہو جائے کیوں کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اول و آخر ہیں اور مخلوقات میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ بعد کو کوئی بھی آپ کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا (اگرچہ آپ سے کم مرتبہ میں آپ کے جانشین ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خلفائے راشدین اور بہت سے اس مضمون کے معانی نہیں جو آگے آ رہا ہے۔

اور عارف: لہذا سیدی محمد الدین بن عربی کی بعض کتابوں میں لکھا ہے، کہ آپ نے فرمایا: ”واضح ہو کہ بعض اوقات اہل فن لفظ قطب کے اطلاق کے بارے میں توسع سے کام لیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ دیا کرتے ہیں جس پر جہان میں سے کوئی ایک صحت دار ہو (یعنی اس کے تصرف میں ہو) اور وہ اپنے دور میں کمالات روحانی کے اندر اپنے معاصرین سے منفرد اور فائق ہو۔ تو کبھی کسی شہر کے مرد کو اس شہر کا قطب، اور کسی جماعت کے شیخ کو اس جماعت کا قطب کہا جاتا ہے۔ لیکن اصطلاحی قطب جس پر لفظ قطب کا اطلاق بغیر کسی اضافت کے مطلقاً کیا جاتا ہے وہ صرف ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ اور وہی خود بھی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانے میں پوری جماعت اولیاء کا سردار ہوتا ہے۔ اور ان اقطاب میں سے بعض دُعا ہوتے ہیں جو حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں۔ اور خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ خلافت باطنی پر بھی متمکن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی پر ہی فائز ہوتے ہیں، جیسا کہ اکثر اقطابِ جہاں، اور علامہ ابن حجر مکی کے ”فتاویٰ حدیثیہ میں لکھا ہے کہ ”رجال غیب“ کو ”رجال غیب“ اس لیے کہتے ہیں کہ اکثر لوگ ان کو نہیں

پہنچاتے۔ اُن کا ریس "قطب، غوث، فرو، جامع جوا کرنا ہے۔ (یعنی ایسے شخص کو قطب، غوث اور سرد جامع بھی کہتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اس کو چاروں سمتوں یعنی شرق، مغرب، شمال، جنوب میں اس طرح گھومتے پھرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ فلک (آسمان) اُفق سماوی میں گردش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو خاص و عام سے پوشیدہ رکھا کرتا ہے۔ اور اُس کے حال کا یہ بحث پوشیدگی اللہ تعالیٰ کی اُس سے باہرے میں غیرت کی وجہ سے ہے۔ وہ سب کو ایک جگہ سمجھانے نہ عالم کو جاہلی کیراج اور بوقوف کو علمد کی طرح اور جھوٹے والے کو پرٹنے والے کی طرح، بڑھی قریب کو دور، اور آسان کو مشکل، اور امن والے بے فکر کو ڈرنے والے کی طرح، مطلب یہ کہ وہ اپنا فیض پہنچانے میں اپنی ماتحت رعایا کے ساتھ یکساں سلوک نہ رہا کرتے ہیں) اور دیت میں اس کا مقام ایسا ہے۔ جیسا دائرہ میں اس کے مرکزی نقطہ کا، اس کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے۔ اور (حنفی محدث علامہ) علاء الدین تری کی کتاب "المعدن العرفی فی اسیس العرفی" میں لکھا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ احویات ظاہری میں قطب ابدال میرے خیال میں اولیں قریبی تھے۔ (ان کا کلام ختم ہوا) اور "خصائص بویہ" کی منظوم شرح میں شیخ المشائخ الشہاب احمد المینی نے فرمایا ہے کہ "صوفیا میں حضرت قوسی کا نظریہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پہلا قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی حضرت خاتمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پہلے تمام قبلیت پر فائز ہوئیں اور ان سے پہلے اس امت میں کوئی بھی قطب نہیں ہوا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے زمانہ کے بعد عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) مقام قبلیت پر فائز ہوئے اور جب قطب وقت کا انتقال ہو جاتا ہے تو دو ناموں میں سے ایک اُس کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ کیوں کہ دو امام اُس کے لیے بمنزلہ دو وزیروں کے ہوتے ہیں، اُن میں کا ایک

ابنہ اُس کے حالات میں اتنی بات آوٹ (ظاہر کی گئی ہے کہ وہ

صرف عالم ملکوت کے مشاہدہ میں رہتا ہے۔ اور دوسرا عالم ملک کے مشاہدہ میں، اور جس اہم کی نظر عالم ملکوت پر ہوتی ہے وہ دوسرے کی نسبت بظاہر مقام اعلیٰ ہوتا ہے۔ (یہ کلام ختم ہو گیا)۔

ابدال، حمزہ کے فقر کے ساتھ بدل کی جمع ہے۔ ابدال کو ابدال کیوں کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ آگے حدیث کے حوالہ سے آ رہی ہے۔ کہ جب

ابدال کی تشریح

ان میں سے کسی کا انتقال ہو جانا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدل دوسرے شخص کو مقرر فرمادیا کرتے ہیں۔ (یہ تو ابدال کی ایک وجہ تسمیہ ثبوتی اور دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) وہ حضرات اپنے بڑے اخلاق کو بدل ڈالتے اور اپنے آپ کو مرصات الہیہ (پسندیدگی خداوندی) کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اچھے اخلاق ان کے اعمال کا زیور بن جلتے ہیں۔

(تیسری وجہ تسمیہ) یا اس مقام کے اولیاء کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین ہوتے ہیں (تو بے معنی گویا ان کا بدل بچھے) جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں آگے آ رہا ہے (جو تھی وجہ تسمیہ) جیسا کہ الشہاب المنینی نے عارف ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ (ابدال جمع ہے بدل کی تو بدل ایک اور ابدال متعدد افراد جو ایک خاص قسم کے اولیاء ہوتے ہیں) جب کوئی بدل (ابدال) کسی جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تو وہاں اپنی روحانی حقیقت کو چھوڑ جایا کرتا ہے۔ جس کے پاس اُس علاقہ کے امام ارواح اکٹھے ہوتے ہیں جہاں سے وہ بدل (ابدال) چھپتا ہے۔ پھر اگر اُس علاقہ کے لوگ اُس علاقہ کے ابدال کی زیارت کے زیادہ شائق ہوں تو وہ حقیقتِ روحانی جس کو بدل اپنی جگہ چھوڑ کر گئے ہیں، جسدی اور جسمانی لباس پہن کر ان لوگوں سے کلام کرتی ہے اور وہ اُس سے امن کرتے ہیں، جب کہ وہ اصلی ابدال اپنی جگہ سے غائب ہوتا ہے، اور کبھی یہ کام یعنی بدل کا اپنی جگہ سے دوسری جگہ جانا بدل کو چھوڑے جبراً کرتا ہے اور فرق ان دو باتوں میں یہ ہے کہ اگر ابدال اپنی جگہ اپنا بدل اور تمام مقام چھوڑ کر کہیں جانے تو وہ بدل

۔ اور یا ابدال کے۔ م کی ا ج یہ ہے

اور تمام مقام بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا اور آجاتا ہے۔ اور اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اس کو کسی نے اپنی جگہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور اگر وہ بدل کسی جگہ کو یا بدل تو قرار نہ دے لے ہی چھوڑ کر چلا جائے تو وہ پڑھت کرنے آنے جانے جگہ سے اور علم و پروردہ سے ناواقف و نااہل ہوتی ہے۔ (یہاں پر شہاب کلام کو الہی ہونی ختم ہوگیا ہے)

اور قصیدہ تائید کی شرح میں علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ ابدال (یا عادت) سے مراد وہ گروہ ہے جو اہل محبت اہل کشف، اہل مشاہدہ، اہل حضور (مخبر) سے ملے ہیں اور لوگوں کو توحید الہی اور دین اسلام کی طرف بلا تے ہیں۔ (یہاں پر اہل عربی نسخہ میں کسی قدر عمارت جھوٹی ہوئی ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ ان (اولیاء ابدال) کے وجود کی برکت سے بندوں کو خوشحال اور شہروں کو آباد فرماتا ہے اور ان کے طفیل لوگوں سے بلاؤں اور شر و فساد کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ دوسرے کاموں کو چھوڑ کر زیادہ تر میرے ساتھ ہی مشغول رہے تو میں اُس کی تمت و راحے اور لذت کو بخانی یاد و ذکر میں ہی لگا دیا کرتا ہوں۔ پھر جب میں اُس کی تمت اور لذت کو ایسی یاد میں لگا دیتا ہوں، تو وہ مجھ سے متن اور میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اپنے اور اس کے درمیان کا حجاب اٹھاتا ہوں، تو میرے لوگوں کو سہو ہوتا ہے تو اُس کو (اس مقام پر پہنچ کر) سہو نہیں ہوتا (بھولتا نہیں)۔ ایسے لوگوں کا کلام ایسا عظیم و استقامت کا کلام ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ صحیح ابدال سمجھے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں لوں پر کوئی عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں تو اس معاملے میں اُن (ابدال) کو یاد کرتا ہوں۔ (اُن پر نظر لاتا ہوں) تو پھر اُن کے طفیل دوسرے لوگوں سے عذاب کو ہٹا دیتا ہوں۔ (حدیث قدسی کا معنی ختم ہو گیا)۔ اور ابدال چالیس درجے ہوتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص مقام و درجہ ہوتا ہے۔ کہ ان کا سہل درجہ گروہ محسین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ (صالحین کا درجہ ابدال سے مرتبہ میں کم اور نیچے ہوتا ہے)۔ اور اولیاء ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے (یعنی قطب ابدال سے درجہ میں اُپر ہوتا ہے اور اس کا پہلا زینہ ترقی و روحانی ابدال کے لئے آخری زینہ ہوتا ہے) پھر جب ابدال میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اُس کا جانشین اُس کو بنا دیتا ہے جو اُس کے ماتحتوں میں سے اُس کے قریب ہوتا ہے۔ پھر وہی ہر اُس ابدال کا تبادلہ کیا جاتا ہے جو پہلے سے درجے میں کم ہوتا ہے۔ تو اس تبادلے کے نتیجے میں صالحین کے گروہ میں سے ایک صالح ابدال کے پہلے درجے پر ترقی پا جاتا ہے، اور اب وہ ابدال کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کا شمار اب گروہ ابدال میں سے ہونے لگتا ہے) اور ابدال کی یہ تعداد (چالیس کی) ہمیشہ پوری ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب قیامت آئے گی تو وہ سب کے سب اٹھائے جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (یہاں پر علامہ قاسمی نے کلام مستم ہوا)۔

امام غزالی کا حوالہ

کتاب ”ایضاء علوم الدین“ میں امام عجمی نے اسلام غزالی اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمیں نفع پہنچائے کتاب ”ذم الکبر والعجب“ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ جو کہ انبیاء کے نائب سمجھے جاتے ہیں۔ وہ ان کے اوتاد (یعنی پیغمبر) ہوتے ہیں تو جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی جگہ پر (یعنی ان کی نیابت میں) اُن کے عہدہ دار علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ایسی قوم کو رکھا کہ ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان زیادہ روزوں یا زیادہ نمازوں یا زیادہ خیر بھرتی کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں ہوتا، لیکن زیادہ پرہیزگاری نیت کی خوبی، تمام مسلمانوں کی نسبت سے سینے (دل کی صفائی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی) محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑے صبر اور بغیر ذلت (ذلات) کے تواضع و عاجزی کے ساتھ کرنا وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چن لیتا، منتخب فرماتا، اور اپنی ذات کے لیے خاص و مخصوص کر دیتا ہے۔ اور وہ چالیس صدیق ہوتے ہیں۔ جن میں تیس مرد ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا عیشیں جاگزیں ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر اُس کا نائب پیدا فرما دیتا ہے۔ (یعنی کسی ابدال کا منتقل ہونا اُس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے اُس کے جانشین کا عہدہ ختم کر لیا جاتا ہے)۔

میرٹھے بھائی خوب سمجھ لو (ان حضرات کی نشانی یہ ہے کہ) یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر لعنت کرتے ہیں (کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے) اور نہ ہی کسی چیز کو ستاتے ہیں۔ اور نہ کسی چیز کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی چیز پر فخر اور بڑائی جتاتے ہیں اور نہ کسی چیز پر حسد کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دنیا کی حرص کرتے ہیں۔ یہ لوگ نیچی اور پاکبازی میں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے (پیدائشی طور پر) بہت نرم، اور دل کے بہت سخی ہوتے ہیں۔ اُن کی نشانی نماوت ہے، اور اُن کی عادت خوش بُوائی و خندہ پیشانی و بشاش رہنا، اور اُن کی صفت سلامتی ہے۔ وہ نہ تو آج کسی خوف میں مبتلا ہیں اور نہ کل کسی غفلت میں، بلکہ وہ تو اپنی ظہری حالت پر ہمیشہ قائم وہ اتم نہتے ہیں۔ اور اُس باطنی و پوشیدہ حالت پر (ثابت و قائم رہتے ہیں) جو اُن کے اور اُن کے رب عزوجل کے درمیان راز ہے۔ نہ تو اُن کو آمدِ حیاں پالکتی ہیں اور نہ ہی تیز رفتار گھوڑے، اُن تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کی رفتار اور طیر و سیر زورانی اس قدر تیز ہے کہ یہ دُنیاوی و مادی تیز رفتار چیزیں اُن کے گرد قدم تک نہیں پہنچ پاتیں) اُن کے قلب (دل) خوشی اور شوق سے اوزنیگی کے میدان میں سبقت لینے اور آگے بڑھنے کے لیے بارگاہِ الہی کی طرف اوپر پرواز کرتے ہیں۔ ”یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ اور عتین رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے“ (یہ لوگ سے لے کر کامیاب بنے تک آیت و شہرانی کا مضمون ہے)۔

حدیث مذکور کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”میں نے کبھی کوئی صفت نہیں سنی جو میرے نزدیک ان صفات مذکورہ سے زیادہ دشوار اور مشکل ہو۔ تو پھر بتائیے) کہ میں ان صفات تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں، (حضرت ابوالدرداء صحابی نے) فرمایا کہ تم ان صفات کے کھلے میدان میں اُسی وقت پہنچ سکتے ہو جب کہ تم دُنیا کو اپنے ہاں مغموض رکھو۔ (دُنیا کو اپنا دشمن سمجھو) کیوں کہ تم جس قدر دُنیا سے دشمنی کرو گے، اسی قدر آخرت کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے اور تم جس قدر آخرت سے محبت رکھتے ہو اسی قدر دُنیا سے بے رغبتی رکھو (اور زہد اختیار کرو) اور تم جس قدر بھی دُنیا سے بے رغبتی برتو گے اسی قدر اپنا فائدہ دیکھو گے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ محسوس بننے کے حسن طلب (جستجو کی خوبی) کو دیکھتا ہے تو اس کے کاموں میں
درستگی پیدا فرمادیتا ہے اور اُسے اپنی پناہ و حفاظت میں لے لیتا ہے۔
تو نے میرے جتنیے! بھولو کہ یہ بات (حکمت و حفاظتِ الہی، اللہ تعالیٰ کی معیت) تو اللہ تعالیٰ
کی آٹری ہوئی کتاب (قرآن پاک) میں مذکور ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ
پر ہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔"

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی روشنی میں)
اس بابے میں جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مرضیاتِ الہی کی چاہت کی لذت کی طرح دُنیا
کی کسی بھی چیز سے ایسی لذت اور حظ کسی نے کبھی نہیں اٹھایا (یعنی جیسا لطف اور مزہ خدا کی محبت، اور اُس
کے پسندیدہ کاموں کی چاہت میں ہے، ویسا لطف اور مزہ دُنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں ہے) (یہاں
پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہو گیا)۔

(قائدہ) حارف باللہ ابن عربی نے اپنی کتاب "مخيلة الابدال" میں فرمایا کہ "میرے ایک
ساتھی نے مجھے بتایا کہ "میں ایک رات اپنے (مہول کے) درد و غم کو پورا کر کے اپنے گھٹنوں پر
وز کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا تھا کہ اچانک مجھے کسی شخص کی آمد محسوس ہوئی جس نے آکر میرے
نیچے سے میری جائے نماز کو نکال کر اُسکی جگہ پر چائی بچا دی اور پھر کہا کہ "اُس پر نماز پڑھو" جبکہ میرے
گھر کا دروازہ بند تھا، تو پس سے میرے اندر گھبراہٹ پیدا ہو گئی تو اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ
"جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہوا کرتے رہے وہ گھبراہٹ نہیں کرتا۔" اس کے بعد میرے دل میں
منجانب اللہ ایک بات ڈالی گئی، چنانچہ میں نے اُس شخص سے کہا کہ "اے میرے آقا یہ بتائیے کہ
"اولیاء ابدال کس چیز اور کس کام سے ابدال بنا کرتے ہیں، تو اُس نے جواب دیا کہ چار کاموں سے

سُخفات :- افروغ الار، پانی گرانا۔ سدا :- درستی۔ راستی۔ ہدایت :- اکتف :- اونٹوں کے نیچے
بار بھنانا :- العصہ :- بچاؤ :- گونبد، پٹہ،

جن کا ذکر اہم ابوطالب کی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب "توت الطوب" میں فرمایا ہے۔ (۱) خاموشی، (۲) دو گوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی، (۳) بھوک، (۴) بیداری، اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں یہ نہ معلوم کر سکا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوا اور پھر باہر کیسے گیا، جب کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہی تھا، (ابن عربی کے ساتھی کا کلام ختم ہو گیا)۔ عارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ آئے والا شخص گروہ ابدال سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا نام "ساذ بن اشرس ہے" اور چن چار باتوں کا اُس نے ذکر کیا تھا وہ اس راستے کے ستون اور طریقت و روحانیت کی عمارت کے پائے ہیں۔ اب جس کو ان چار صفات میں کچھ کمی حاصل نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے رُکا ہوا ہے، اور میں نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

(۱) اے وہ شخص جس نے ابدال کے مقام کے حصول کا ارادہ اُن اعمال کے اُٹانے کے قصد کے بغیر ہی کر لیا ہے۔ (جن اعمال کا اپنا نام مقصد کے لئے ضروری نہیں)۔

(۲) تو اُس مقام کی طمع نہ کر کیوں کہ تو اس کا پس وقت تک اہل نہیں جب تک تو تمام حالات میں اُن خیرات کے قریب ہو جائے (یعنی عملی لحاظ سے) (اور وہ اعمال یہ ہیں)۔

(۳) دل سے خاموش رہ، اور ہر اُس شخص سے کنارہ کر جو بھی تیرے قریب آئے، سوائے اپنے مرم راز دوست کے!

(۴) اور جب بیدار اور بھوکا ہے، تو تو نے اُن کے مقام کو پایا، اور عندِ حصر یعنی ہر حال میں تو اُن کا ساتھی بن گیا۔

(۵) ولایت کے گھر کی بنیادیں عمارت ابدال سدا روں نے آپس میں بانٹ رکھی ہیں۔

(۶) (اور وہ بنیادیں ہیں) ۱۔ خاموشی، اور ۲۔ دائمی کنارہ کشی، اور ۳۔ بھوک، اور ۴۔ شب بیداری

جو کہ گناہوں سے پاک، اور غلو مرتبت اور بطنہی نشان کا ذریعہ ہے۔

(نُفات) زاحم :- قریب ہونا۔

(ابن عربی کا کلام یہاں پر ختم ہوا، جسے شہاب معینی نے خاصاً خوب صورتاً کی شرح میں نقل فرمایا ہے)

(اوتاد)

”اوتاد“۔ واد کے کمرہ کے ساتھ واد کی جمع ہے اور واد کا فخر بھی اس میں ایک لغت ہے۔
 عارف ابن عربی نے اپنی بعض تالیفات میں فرمایا ہے کہ اولیاء کا یہ گردہ جو اوتاد کہلاتا ہے، کبھی
 بھی ان سے لفظ ”جال“ جو جمع ہے جبل کی، (جس کا ترجمہ ہے پہاڑ) کے ساتھ بھی تعبیر کیجاتی ہے،
 (یعنی لفظ ”جال“ بول کر مراد اس سے اوتاد کا یہ گردہ اوتاد لیا جاتا ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس
 قول میں

”الذات تجعل الارض بہاؤاوتاد الجبال اوتادا“ اللہ نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو کھینچ
 نہیں بنایا۔ (یعنی بنایا ہے کیونکہ استہنام ہکاری ہے اور لم تفرج وحمد ماضی کے لئے ہے۔ اور لغت کی لغت،
 اثبات ہوتا ہے) (تو بس آیت میں شیخ ابن عربی کی تفسیر کے مطابق ”جال“ سے مراد اولیاء اللہ کا
 یہ گردہ ہے)۔ تو ان اوتاد اولیاء اللہ کی حیثیت جہان میں ایسی ہے جیسے زمین میں پہاڑ ہیں۔ تو جس طرح
 پہاڑوں کی وجہ سے زمین ایک طرف کو بھگنے سے رُکی ہوئی ہے اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ (یونہی ان
 اوتاد اولیاء اللہ کی وجہ سے دُنیا کے معاملات میں توازن پیدا ہوتا ہے) شہاب معینی منادی سے نقل
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”اوتاد اولیاء اللہ زمین کے چار ہوتے ہیں، کہ نہ تو اس سے زیادہ ہوتے
 ہیں اور نہ کم، تو ان میں سے ایک کے ذریعے اللہ تعالیٰ مشرق کی گرانی سنہراتا ہے، اور دوسرے
 کے ذریعے مغرب کی، تیسرے کے ذریعے جنوب کی، اور چوتھے کے ذریعے شمال کی،“ شیخ ابن عربی فرماتے
 ہیں کہ ان اوتاد اربعہ میں سے ہر وتد (ہر ایک دلی) کے نیچے بیت اللہ شریف کے ارکان اربعہ
 (چار گوشوں) میں سے ایک ٹکڑا ہے، اور ان میں کا ہر ایک ایک نبیؐ کے قلب پر ہوتا ہے۔ تو جو
 حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، اُس کے نیچے بیت اللہ شریف کا رکن نشانی ہے،
 اور جو ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے نیچے خانہ کعبہ کا رکن عراقی ہے، اور جو عیسیٰ

علاء السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے نیلے بیت اللہ کا رکن مینا ہے، اور جو شیخ حامیاً
رحمت عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر ہوتا ہے اُس کے نیلے رکن حجرِ اسود ہے
اور وہ مقام ہمالے نیلے ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ (ابن عربی کا کلام ختم ہوا) (یعنی ابن
عربی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”یہ آخری مقام بعد اللہ تعالیٰ مجھے حاصل ہے“)

(بنجاء)

بنجاء۔ ”بنجیب“ کی جمع ہے۔ اور بعض اوقات ”بنجیب“ کی جمع دو ”انجائب“ بھی بولی جاتی
ہے۔ تاکہ ابدال ”اور“ اقطاب“ کے ساتھ اس کا وزن مطابق ہو جائے۔ لیکن بنجیب کی جمع انجائب خلاف
قیاس ہے، اور موافق قیاس پس کی جمع ”بنجاء“ ہی ہے۔ جیسا کہ ”کرم“ کی جمع ”کرناہ“ ہے۔ میرے
سید عارف ابن عربی نے اپنی بعض تالیفات میں ”فتوحات کیمہ“ کی طرف منسوب کرتے یعنی اُس کا حوالہ
دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ او لیا اللہ میں ایک گروہ ”بنجاء“ ہے۔ اور اُس کی تعداد ہر زمانے میں آٹھ
ہوتی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھتے ہیں اور نہ ہی اس سے گھٹتے ہیں۔ اور یہ لوگ آٹھ صفات کے علم دانے
ہوتے ہیں۔ سات صفات تو مشہور ہی ہیں اور آٹھویں صفت اور اک ہے۔ (تو بنجاء کو ان ثمانیہ کا کوئی
علم ہوتا ہے) اور اُن کی جائے قیام کرمی ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھتے اور ستاروں کے بیرو
حرکت کا اُنہیں گہرا اور پختہ علم ہوتا ہے۔ اور یہ علم دونوں طریق سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) ایک تو ازراہ
کشف، اور (۲) دوسرے اس فن (جس طرح کہ علماء کے نزدیک جو طبعی ستاروں کی حرکات اور
اُن کے نتائج معلوم کرنے کے لیے مقرر ہے، اُس طریق پر مطلع ہونے کی وجہ سے) وہ حرکات و
تأثیرات کو اک معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ (یہ کلام ختم ہوا)۔

(نعباء)

اور نعباء جمع ہے نعب کی۔ صانع اللغۃ میں ہے کہ ”نعب“ برتیب کو کہتے ہیں۔ یعنی جو

آدمی قوم کی دیکھ بھال کر نیوالا اور اُن کا خیال ہو، (انتہا) حارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نوویں آسمان کے علم کے جامع ہوتے ہیں، اور ”بجاء“ اُن آسمانوں کے علوم کے حامل ہوتے ہیں جو نوویں آسمان کے نیچے ہیں اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ ”اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے نقباء بھی ہیں۔ اور نقیب ہرنے میں بارہ ہی ہوتے ہیں۔ کم و بیش نہیں ہوتے۔ سوان کی تعداد آسمان کے بارہ بُرجوں کے مطابق بارہ ہے۔ اور ہر نقیب ایک بُرج کی خاصیات اور اُن ہر اہم اثرات کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقام میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ اور کوکب (ستارے) ستارہ اور ثوابت کے قطع و برید کو بھی جانتا ہے۔ کیوں کہ ثوابت ستاروں کے لیے حوکتیں بھی ہیں۔ اور بُرجوں میں ایسے طریق سے قطع و برید کرنا بھی کہ جس کی وجہ سے اُن کے حُسن و خوبی میں کوئی فرق عکس نہیں آتا۔ اس لیے کہ قطع و برید کا میل ہزاروں سالوں میں کہیں ایک بار ہوا کرتا ہے۔ اور رصدگاہوں والے اس کے مشاہدہ سے قاصر رہتے ہیں۔

دائم ہو کر اللہ تعالیٰ نے ان نقیب کے ہاتھوں میں تمام آثاری گئی شدتوں کے علوم رکھے ہیں، اور یہ حضرات نفس کی پوشیدہ خواہیوں اور ہلکات کو معلوم کر یا کرتے ہیں۔ اور اُس کا کرد فریب اور ابلیس کا دھوکہ اُن پر واضح ہو جاتا ہے اور ان حضرات کو ابلیس کی ایسی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں جو خود اُس کو بھی معلوم نہیں ہوتیں (انتہا) اور باقی ہے دو اہم جن پر پہلے کلام ہر چکاسے کہ وہ قطب الاقطاب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی اذیت ہے جن کو ”افراد“ کہتے ہیں۔

افراد:- حارف ابن عربی نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ فرشتوں میں ان اولیاء افراد کی نظر وہ اہم فرشتے ہیں جن کو کہ دبتین کہتے ہیں (یعنی مقربین) بحق تعالیٰ کی بارگاہ میں تعظیم اور اُس کی حضور میں حاضر رہتے ہیں۔ اور سولے اُس کے کسی کو نہیں پہچانتے۔ اور جس قدر اُس کی معرفت حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں بتاتے۔ اور ان کی حالت کچھ بس قسم کی ہوتی ہے کہ ان کے نفسوں کو بھی ان کی ذات کا علم نہیں ہوتا۔ (کیوں کہ مقام نفس اور ہے اور مقام ذات اور) اور حقیقت میں اُن کو اُن کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اُن کا مقام جدیقت اور برت

کے درمیان ہے۔ (انتہی)

(فصل ان اولیٰ اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں)

بڑھان ابراہیم عتائی نے شرح منظومہ البکر میں جس کا نام ”عمدة المرید لجمہرة التوحید“ ہے۔ ابن تمسّانی کے حواشی ”شفا“ سے نقل کیا ہے کہ خطیب نے ”تاریخ بغداد“ میں ”کتانی“ کے حوالے سے تصریح نقل کی ہے کہ ”نقار“ تین سو ہوتے ہیں اور ”نجار“ ستر اور ”ابدال“ چالیس اور ”اخچار سات اور ”عمد“ جن کو ”اوتاد“ بھی کہتے ہیں چار اور ”خوش“ ایک ہوتا ہے۔ تو ”نقار“ کی جائے سکونت مغرب ہے۔ اور ”نجار“ کا مسکن مغرب ہے۔ اور ”ابدال“ شام میں رہتے ہیں۔ اور ”اخچار“ زمین پر سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور ”عمد“ و ”اوتاد“ زمین کے گوشوں میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ اور ”خوش“ کی رہائش مکہ معظمہ ہے۔ پھر جب عوام الناس کے بارے میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ”نقار“ بارگاہِ الہی میں گڑا کر دعا مانگا کرتے ہیں، قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ پھر ”نجار“ بارگاہِ الوہیت میں زاری کیا کرتے ہیں۔ قبول ہوگئی تو بہتر ورنہ ”ابدال“ دعا مانگتے ہیں، پھر ”اخچار“ پھر ”اوتاد“ زاری کیا کرتے ہیں۔ تو اگر ان کی دعا و زاری سے پڑری کی پوری کی حاجت یا اس کا کچھ حصہ پورا ہو گیا تو بہتر، ورنہ ”خوش وقت“ بارگاہِ خداوندی میں عاجزی سے دعا مانگتے ہیں، تو ان کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (انتہی)

اور ذوالنون بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نقار“ تین سو ہیں۔ اور ”نجار“ ستر اور ”ابدال“ چالیس اور ”اخچار“ سات اور ”عمد“ یعنی ”اوتاد“ چار اور ”خوش“ ایک ہوتا ہے۔ اور ابو بکر سلویٰ ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے حضرت علیہ السلام کی زیارت کی۔ اور ان سے ہم کلام بھی ہوا تھا کہ حضرت علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ”جب سؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو زمین نے رو کر بارگاہِ الہی میں عرض کیا تھا کہ میرے مولا اب تو میں پس سال میں رہ گئی ہوں کہ مجھ پر قیامت تک کوئی بھی نبی چلے پھر سے گا نہیں۔ (دیکھئے زمین بھی جانتی ہے کہ،

مختار کر مستی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد دوسرا کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ ”اب میں تیشری نشت پرپس امت میں سے ایسے اولیاء پیدا و مقرر کروں گا جن کے قلوب انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ہوں گے اور میں تجھ کو ان سے قیامت تک خالی نہیں چھوڑوں گا زمین نے عرض کیا کہ ان کی تعداد کتنی کچھ ہوگی، فرمایا تین سو تو (عام) اولیاء ہوا کریں گے، اور شتر، ”نبیاء“ ہوں گے اور چالیس ”ادماء“ اور دس ”نقباء“ اور سات ”عرفاء“ اور تین ”مخارون“ اور ایک ”غوث“ ہوگا، پھر جب غوث کا انتقال ہوگا تو نچلے تین اولیاء کسی کو ترقی دے کر اس کی جگہ پر غوث بنا دیا جاتے گا۔ اور سات میں کسی کو ترقی دے کر تین کی تعداد پوری کر دی جائے گی اور دس میں کسی کو ترقی دے کر سات، چالیس میں سے کسی کو ترقی دے کر دس، اور شتر میں کسی کو ترقی دے کر چالیس، اور تین سو عام اولیاء اللہ میں کسی کو ترقی دے کر شتر اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کا انتخاب کر کے تین سو کی تعداد پوری کر دی جائے گی، اور یہ سلسلہ صوڑ کے پھونکے جانے یعنی قیام قیامت یونہی جاری رہے گا۔ (انتہی کلاماً) میں کہتا ہوں کہ اس مذکورہ سوال میں جو ان خاص اولیاء اللہ کی تعداد تعیین کی گئی ہے، اس بارے میں کچھ مخالفت بھی ہے جیسا کہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(صاحب مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ)

اور ان کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نے زیادہ تعداد بیان کی ہے اُس نے سب ذکر کیا ہے اور جس نے کم تعداد بتائی ہے اُس نے اُس درجے کے رئیس اور بلند پایہ اولیاء کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور دوسروں کی نسبت اُس طبقہ کے جو اسخ القدم حضرات تھے، صرف ان ہی مخصوص ہستیوں کا ذکر بتایا کل کا نہیں۔ آگے جو بات آرہی ہے اس کے جواب میں بھی یونہی کہا جائے گا۔ اور بعض حضرات نے اس سوال (یعنی اختلاف تعداد مرویہ) کا یہ جواب دیا ہے کہ در صحیح ترین روایت سے معین تعداد مفہوم نہیں ہوتی۔“ لیکن ہمارا جواب جو اوپر مذکور ہوا، اس جواب سے زیادہ اچھا ہے کیوں کہ ان حضرات کے بارے میں یہ قید لگائی تھی ہے کہ ”ان کی بیسہ تعداد میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ ایک اور جواب بھی آگے آ رہا ہے۔ سو اب تم خود غور کرو۔“

دوسرا باب

ان آثار نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اولیاء اللہ کے موجود ہونے

اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں

سوان آثار نبویہ کا کچھ حصہ علامہ ابی عمر نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں اور "شہاب احمدینہ" نے اپنی منظوم کی شرح میں، حافظ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے، اور "امام مناوی" نے اور یونہی "ملا علی قاری" نے اپنی تصنیف "المدن العدن فی ادیس العرفی" میں ذکر کیا ہے، سوان احادیث مبارکہ میں ایک ڈھ سے جو امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مک شام والوں کو بڑا نہ کہو کیوں کہ وہاں کے لوگوں میں "ابدال" بھی رہتے ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " (ہاں ابتر) مک شام کے ظالم لوگوں کو بڑا کہہ سکتے ہو۔" ایک اور روایت میں ہے کہ "شام کے سب لوگوں کو (بلا استثناء) بڑا نہ کہا کر دیکوں کہ وہاں اللہ کے خاص بندے ابدال بھی رہتے ہیں۔" ایک اور روایت میں ہے کہ "ابدال شام میں، اور بجاہ کو فہ میں رہتے ہیں" ایک اور روایت میں یوں ہے کہ "ادناد کو فہ والوں میں سے ہیں اور ابدال شام والوں میں سے" ایک اور روایت میں ہے کہ "بجاہ بصر میں رہتے ہیں اور انبار عراق والوں میں سے ہیں اور قطیف یمن میں، اور ابدال شام میں ہیں، مگر ان کی تعداد تھوڑی ہے۔" میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ بجاہ بصر میں رہتے ہیں، جبکہ سابقہ روایت میں فرمایا گیا کہ بجاہ کو فہ میں پائش پذیر ہیں، (سوان دور روایتوں میں بجاہ کی جانے سکونت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ ایک سوال ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ) حدیث کی ان دو روایتوں کو جاننے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بجاہ ان دو مقامات میں سے کسی ایک مقام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جگہ تو کو فہ، یمن رہتے ہیں، اور کبھی بصر میں، سو

ان دو روایتوں میں کوئی منافات نہیں اور اللہ تعالیٰ (حقیقتِ حال کو) بہتر جانتا ہے۔
 اور امام خمینی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرماتی ہے کہ وہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”ابدالِ شام میں نسبتے ہیں اور
 وہ چالیس مرد ہیں ان کے ذریعہ سے بارش برسی ہے، اور ان کی بڑکتے دشمن پرستج حاصل ہوتی ہے
 اور انہی کے طفیل شام والوں سے عذاب ڈر کیا جاتا ہے“

اور میں کہتا ہوں کہ ”شہابِ منینی کی شرح میں لکھا ہے کہ ”اس حدیثِ مذکورہ میں جن دو نصرت کو
 مقید کیا گیا ہے یہ دوسری احادیث کے منافی نہیں جن میں مدد و نصرت کو بغیر کسی قید کے مطلق ذکر کیا گیا ہے
 کیوں کہ ان اولیاء اللہ (ابدال) کی نصرت اپنے قریب و جوار میں نسبتے والوں کے لئے زیادہ ہوتی ہے
 اگرچہ وہ اہل شام کے علاوہ بھی سب کے شامل ہے۔ (انتہی) (معرض ترجم) یہاں علامہ شامی
 کے بعض کلمات خصوصی توجہ کے قابل ہیں، کہ فرمایا ”لان نصرہم لمن الخ“ یعنی ان حضرات اولیاء اللہ
 گردۂ ابدال کی مدد و نصرت الخ جس سے منہوم ہوا کہ اولیاء اللہ لوگوں کی مافوق العادت مدد فرمائیے
 ہیں کیوں کہ (نصرہم) میں ہم ضمیر گردۂ ابدال کی طرف راجع ہے۔ تمدد کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے
 اور جیسے وہ کا ذکر حدیث زیر نظر میں فرمایا گیا ہے وہ مافوق العادت مدد ہے۔ کہ بارش کا برسا، دشمن
 کے مقابلہ میں فیسی فتح حاصل ہونا۔ عذاب الہی کا دور ہو جانا۔ ”ظاہری اسباب کے تابع نہیں۔ تو وہ جو بعض
 حلقوں کی جانب سے مافوق العادت امور میں استعانت و استمداد اولیاء اللہ کو شرک و شرار دیا جاتا ہے،
 لاینبأ بہ، وہ صحیح نہیں بلکہ تجاہد و زہادتی ہے۔ گو یہ درست ہے کہ اولیاء اللہ کی مدد مجازی، غیر حقیقی اور ان
 اختیارات کے تحت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہوتے ہیں، خانہ زاد و ذاتی نہیں جتے۔ (ناپیر ترجم)
 (علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ)

حدیث ابن ابی الدنیانے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدال کے بارے میں سوال کیا تھا جو کہ ساٹھ مرد ہیں تو میں نے عرض کیا :
 یا رسول اللہ ان کی گزہ کھوئے اور ان کی صفات بیان فرما کہ حدیث کثافی فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ

وہ لوگ کلام میں اور یونہی خواہشات میں غلو و مبالغہ کرنے والے نہیں جتے (یعنی جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں، وہ پانچواں لوگ ہیں، اس طرح گفتگو سے احتراز فرمایا کرتے ہیں، سادہ، حقیقی، سچی گفتگو، اور سیدھی سادی بات کیا کرتے ہیں) اور وہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر خلاف سنت کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرب زبانی سے کلام نہیں کرتے، اور نہ ہی لوگوں سے متعلق معاملات میں گہرائی تک جاتے اور چھان چٹک کرتے ہیں، (یعنی نہ تو کسی کی ٹوہ کرتے ہیں، اور نہ ہی دوسروں کا کھج لگاتے پھرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حال میں مگن اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، کیونکہ ”تجھے دوسروں کی کیا پڑی پہلے اپنی بیڑ تو“ جو کچھ بھی انہوں نے پایا وہ نماز و روزے اور صدقہ و خیرات کی کثرت سے نہیں پایا بلکہ نفس کی سخاوت، دل کی سلامتی، اور اپنے پیشواؤں کی نیر خواہی سے پایا ہے“ (اس حدیث نبوی کا مضمون ختم ہوا)

حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابدال چالیس مرد ہیں، جن میں بیس تو شام میں اٹھارہ عراق میں ہیں، جب ان میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی اور کو ابدال مقرر فرمادیتا ہے۔ پھر جب قیامت آئے گی (دوسرا روز، جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا) سب کے سب اٹھائے جائیں گے، پھر اس وقت قیامت قائم ہوگی، اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابدال چالیس مرد ہیں اور چالیس عورتیں، پھر جب ان میں کسی مرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی مرد کو ابدال بناتا ہے۔ اور اگر ان عورتوں میں سے کسی عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کی جگہ پر کسی عورت ہی کو ابدال بناتا ہے۔ اس حدیث کو محدث

لغات: ۱۱، المتعین۔ تنطع فی الکلام، غلو کرنا، فی شہواتہ، مبالغہ کرنا (۱۲) المتعین: تعین فی الامر، معنی کی تہمت پہنچنے کی کوشش کرنا، فی کلامہ، خوب چرب زبانی سے گفتگو کرنا۔

(مصباح اللغات)

دیجی نے ”مسند الفردوس“ میں روایت کی ہے۔ اور ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”میری امت کے ابدال جنت میں نماز، روزے کی کثرت کی وجہ سے نہیں جائیں گے، بلکہ جنت میں ان کے داخلہ دلوں کی صفائی اور سلامتی، اور نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے ہوگا۔“ اس کو محدث ابن عدی، اور خللی نے روایت کیا ہے، اور خللی ”اس کے اخیر میں یہ الفاظ بھی لائے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابدال“ دوسرے مسلمانوں کی نذر ہے جی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔“ اور ایک روایت حدیث میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی واسطے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”زمین کبھی بھی چائیس ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوا کرتی جو کہ ابراہیم، خلیل الرحمن علیہ السلام کی مثل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بارشیں برستی ہیں، اور ان کی وجہ سے مدد ملتی اور قحط خالی ہوا کرتی ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے،“ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہمیں اس بات میں شک نہیں کہ ابامحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان پاکیزہ مردوں میں سے ہیں۔“ (بن کے طفیل دنیا والوں کو خدائی امداد حاصل ہوتی ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ”تبع علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوتی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و بقیات اور عذاب کو اٹھالیتا ہے“ اور حضرت ابن عمر سے اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو، روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری امت کے اندر ہر نسل میں پانچ سو بہتر افراد موجود ہیں گئے اور ابدال چائیس ہوں گے تو ان پانچ سو میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی ان چالیس میں، پھر جب چالیس میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو ان پانچ سو میں کسی کو ترقی سے کر اس ابدال کی جگہ مقرر کر دیا جائے گا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ان کے اعمال بتائیے۔ فرمایا جو ان پر ظلم کرے گا اس کو سزا دیا کریں گے، اور جو ان کے ساتھ برائی کرے گا اس کے ساتھ احسان کریں گے۔ اور اللہ نے جو مال ان کو دے رکھا، اس سے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کیا کریں گے

اس حدیث کو ابو نعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر مانسہ میں میری امت کے اندر ایسے لوگ ہونگے جو نیک اعمال اور روحانیت میں دُوروں سے آگے بڑھے ہوتے ہوں گے“ اس حدیث کو محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب ”طیۃ“ میں روایت کیا ہے، اور ان کے علاوہ امام ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے تین سو ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں، اور چالیس بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں اور پانچ ایسے آدمی ہوتے ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں۔ اور لوگوں میں اللہ کے تین ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل اور اللہ کی مخلوق میں ایک ایسا آدمی ہر قبیلے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے۔ پھر جب اُس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین مائت آدمیوں میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور جب اُن تین میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور اگر پانچ میں سے کسی کا انتقال ہو تو سات (حرفاً) میں کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے، اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہو تو چالیس میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعین کر دیتا ہے، اور چالیس میں کسی کا انتقال ہو جائے تو تین سو میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے۔ اور جب اُن تین سو میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تمام لوگوں میں کسی کو اُس کی جگہ پر ترقی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان ادویا کے ذریعے سے جلاتا، اور مارتا، اور اُگاتا ہے۔ (یعنی غلے وغیرہ اُگاتا ہے) اور اُن کے فضیل ہی مخلوق سے بلائیں دفع کرتا ہے،

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ اُن کے ذریعے سے کیسے جلاتا اور مارتا ہے، جو اب فرمایا کہ یہ ادویا اللہ تعالیٰ سے امت کی کثرت کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

درخواست کو منظور نہ کرنا کہ امت کو بڑھاتا ہے (یہ تو جہلانا ہوا) اور وہ سرکش لوگوں کے خلاف دُعا کرتے ہیں تو پھر وہ اُن کی بددعا کی وجہ سے ہلاک کر دینے جاتے ہیں۔ (یہ مارنا ہوا) اور وہ اویا اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے ہیں تو اُن کی دُعا سے لوگوں پر بارش برسا دی جاتی ہے۔ اور حقے وغیرہ فصلوں کا لوگوں کے لیے سوال کرتے ہیں، تو ان کی دُعا سے زمین فصلیں اُگاتی ہے۔ اور مخلوق سے بلاؤں کے دفعہ کی دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلائیں دفع فرما دیا کرتا ہے۔“ اس حدیث کو محدث ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

اور بعض حضرات محدثین نے فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا ذکر نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی دلی کو اُن کے قلبِ قدس پر بھی پیدا فرماتا ہے۔ (جیسا کہ دوسرے اویا اللہ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے بعض کو حضرت آدم علیہ السلام اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر پیدا فرمایا کرتا ہے) اور پس کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے عالم خلق و عالم مردوں میں قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزت و شرف و بزرگی و کرم اور نطق والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ (لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ قدس پر کسی کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تو انبیاء، ملائکہ اور اویار کے قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے اسی طرح ہیں جس طرح کہ شوح کی روشنی کی نسبت دوسرے ستارے ہیں اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں بخلاف دوسرے حضرات کے کہ وہ اُس کی ایسی بعض صفات کے مظہر ہیں جو اس کی تجلیات کی صورتوں میں مخلوقات پر وارد ہوا کرتی ہیں۔“ میں کہتا ہوں کہ اس کلام کا مقنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات مروی نہیں کہ اویار اللہ میں سے کسی کا قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے۔ سو اب تم خود اس میں غور کرو اور اس کے ساتھ عارف ابن عربی کا گذشتہ کلام بھی نظر میں رکھو جو پہلے ”ارتاد“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے کہ صوف نے فرمایا

”یہاں پر اہلِ شجر کتاب میں لفظ ”کونات“ ہو تو ترجمہ مخلوقات ہے اور اگر لفظ ”مکنات“ ہو تو پھر ترجمہ ”اس کی پوشیدہ و مخفی چیزوں“ ہوگا۔“

کہ ایک اودا دین سے ایک کا قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، اور شیخ نے یہ مقام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور حارف ابن عربی، اللہ تعالیٰ اُن کی رُوح کو پاک فرمائے اور ہمیں اس کے ذریعے سے نفع پہنچائے۔“ کا مقام تعریف سے بلند تر ہے۔ جیسا کہ وہ لوگ جانتے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نورانی بنایا اور اُن کے دل کو محمد سے پاک فرمایا ہے۔ (اور وہ صاف نیت والے ہیں) (اور شیخ) ایسا کہ درجہ اودا کے بزرگ ترین دلی سے اور سینر اودا، جس کی اطلاع اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ازراہ کشفِ بلِ چلِ تھی۔ اور ان اودا میں بعض وہ حضرات تھے جن کا قلب ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر تھا۔ اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام سے علوم و معارف میں بلند و فائق سوائے ہمارے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی، شخصیت نہیں، اس لیے شیخ نے کہہ دیا کہ سینر اودا کا قلب، قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ سینر اودا دوسرے ہم طبقہ درجہ اولیاء اللہ سے بلحاظ مقام بلند اور فائق ہوتا ہے، تو دوسروں پر اس کے مقام کی بلندی و وقیت کو واضح اور ظاہر کرنے کے لیے شیخ نے یہ کہہ دیا کہ اس کا قلب قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اگر حقیقت میں من گھڑی الوجوہ اور ہر لحاظ سے تو قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بالکل اُس جیسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ صواب تم غور کرو۔

اور شیخ ابن عربی قدس سرہ نے (قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہے) اپنی بعض کتابوں میں یہ جو فرمایا ہے کہ ان حضرات میں کا ایک نبی یا فرشتے کے قلب پر ہوتا ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ معارفِ الہیہ کے باب میں اُن حضرات اولیاء اللہ کو اُس شخص کا سادل دیا جاتا ہے، کیوں کہ علومِ الہیہ کا درود قلب ہی پر ہوا کرتا ہے۔ تو جو علم بڑے فرشتے یا رسول کے قلب پر وارد ہوتا ہے وہ اُس قلب پر بھی وارد ہوگا جو کہ فرشتہ یا رسول کے قلب کے نقشہ پر ہوگا، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ با اوقات بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ ”فلاں فلاں کے قدم پر ہے“ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اُس کا دل دوسرے کے دل کے نقشے پر واقع ہے۔ (انتہیٰ)

۱۔ لغات ۱۔ سریرۃ۔ مجید، راز، نیت۔

کلام ختم ہو گیا)

(تنبیہ۔ اگلی) حدیث ابدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت

علامہ شہاب نسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن جوزیؒ نے ابدال سے متعلق حدیث پر طعن کرتے ہوئے اس کو مرفوع قرار دیا ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”ابدال“ والی حدیث بالکل صحیح ہے بلکہ اس کو متواتر بھی کہہ سکتے ہو، اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بابے میں طویل کلام کیا ہے پھر فیصلہ کے طور پر کہا کہ اس قسم کی احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ احادیث پس پوزیشن وحیثیت میں ہیں کہ ان کی بنا پر ”ابدال“ کے وجود، اور ان کے پائے جانے کی صحت پر صفا یقین کیا جاسکتا ہے۔ (یعنی کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”ابدال“ والی حدیث متعدد طریقوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جو سب کے سب ضعیف ہیں۔ پھر وہ ان احادیث کو لائے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، پھر کہتے ہیں ان تمام روایات مذکورہ میں سے سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (مخبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) ابدال شام میں ٹہرتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب کبھی ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر فرمادیتا ہے، ان کی وجہ بگارش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ دشمنان فرخ حاصل ہوتی ہے، اور ان ہی کی وجہ سے شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے، اس کے بعد علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ سوائے شریح بن یحییٰ کے کہ وہ بھی ثقہ تو ہے ہی۔ (سخاوی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی کے اُستاد حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ ”ابدال“ کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ بعض میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح، اور ”قطب“، سوا اس کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ البتہ ”غوث“ کا وجود اس وصف کے ساتھ جو کہ مرفوعاً میں مشہور ہے، ثابت نہیں ہو سکتا

اور بعض روایات میں ہے کہ "ابدال" کنشانیوں میں ایک میں ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی، اور یہ کہ وہ کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتے" (علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا)

لیکن پہلے گزر چکا ہے اور آئندہ بھی سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں قلب کی تفسیر خوشی کے ساتھ آرہی ہے۔ سو یہ کلام اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی کہ غوث، قلب، دوزن کا مصداق ایک ہی ذات ہوا کرتی ہے۔ سو اس کی اچھی طرح سمجھ لو۔ اور حافظ ابن جریر نے جو غوث کے ثبوت کے عدم ثبوت کا قول کیا ہے، اس سے ان کی مراد نشانیدہ یہ ہے کہ غوث کا ذکر صحیح احادیث نبویہ میں نہیں آیا۔ لیکن اس کے ثبوت کے لیے اس کی شہرت اور اس کی خبروں کا مستفیض و مشہور ہونا اور اس طبعیت پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو بہتر جانتا ہے۔ (انتہی)

اور "قاوی حدیث" میں آخری حدیث کو اختصار اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ امام یافعی نے فرمایا ہے کہ بعض عارفین کہتے ہیں کہ جس ایک شخصیت کا ذکر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے وہ قلب ہی ہے اور وہی "غوث فرد" ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کا ذکر امام یافعی نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اور اس سے کئی پوشیدہ حقائق اور مخفی نکات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غوث، قلب، ابدال، اوتاد وغیرہم سب اصطلاحی نام ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض مثلاً "ابدال کے بارے میں خلاف ہے۔ تو کبھی وہ ان ہی اصطلاحی ناموں کی تعداد میں جوتے ہیں۔ اہل اصطلاح نے ان کے مناصب پر نظر ڈالی تو ان سے ابدال، نقار، بنجا، اوتاد، وغیرہم کے اصطلاحی ناموں کے ساتھ تعبیر کر دی۔ اور حدیث کی نظر ان کے دوسرے مراتب پر مرکوز رہی۔ بہر حال سب ان کی اس تعداد کے وجود پر متفق ہیں۔

(۲) اس کا مقنی یہ ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں لیکن فرقہ نشاۃ کو چھوڑ کر چہرہ اہل سنت و جماعت کا کلام اس دلالت کرتا ہے کہ انبیاء عظیم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(۳) اس کا مقنی یہ ہے کہ میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے افضل ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ

جبرائیل علیہ السلام اُن سے افضل ہیں۔ اور اس روایت کا تقاضا ہے کہ اسرائیل علیہ السلام اُن سب سے افضل ہیں جبکہ وہ نسبت میکائیل علیہ السلام کے تو ہیں ہی افضل، لیکن وہ جبرائیل علیہ السلام کی نسبت سے افضل ہیں یا نہیں، اس میں خلاف ہے۔ اور دلائل اس لیے میں دونوں طرف سے یکساں ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں کیوں کہ وہ اُس راز پر مطلع ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کی بارگاہوں میں پیغام بری کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن حضرات کی خدمت و تربیت پر کمر بستہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اسرائیل علیہ السلام افضل ہیں، کیوں کہ وہ تمام مخلوق کے راز پر مطلع ہیں۔ اس لیے نہ روح محفوظ کے تمام نقوش ان کی پیشانی پر رقم ہیں۔ اور کوئی دوسرا (ان کی وساطت کے بغیر) اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے روح محفوظ کے اسرار ان سے سیکھے ہیں، اور وہ اپنے نژد میں صور کو بے کمرے قیامت کا نظار کر رہے ہیں کہ جب اس کے پھونکنے کا حکم ہو تو یہ اُس کو پھونکیں۔ جس کے نمبر میں سولے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ اس سے مستثنیٰ کرے، باقی ہر شے مڑ جائے“!

دامخ ہو کر میرے علم میں نہیں کہ قابلِ اعتماد محدثین نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہو لیکن متعدد ایسی حدیثیں مروی ہیں جو اس حدیث کی بہت سی باتوں کی تائید کرتی ہیں، اس کے بعد علامہ نے اُن احادیث کو ذکر کیا ہے اور اس نشان میں فرمایا کہ ابدال کی تعداد کے بارے میں محدث ابو نعیم، اور امام احمد کی حدیثوں میں کوئی مخالفت نہیں کیوں کہ گروہ ابدال پر کسی ناموں کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ان کی علامات اور صفات کے بارے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، یا اس اختلاف کو رفع کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی نامے میں چالیس اور دوسرے دور میں تیس ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس جواب اور حل اشکال کی اُس روایت سے تغلیط ہوتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چالیس سے کم نہیں ہوتی۔ (انتہی)

اور جو کچھ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، اس کلام سے اُس کی تائید ہوتی ہے، اور علامہ نے اس ضمن میں اپنے بعض مشایخ و اساتذہ کے ساتھ اپنے ایک واقعہ و سرگذشت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کے یہاں ذکر کرنے میں بھی کوئی عجز نہیں۔ (اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) علامہ کی کہتے ہیں کہ ان اقطاب نقباء دین ہم کی تفتیش کے سلسلے میں مجھے اپنے بعض مشایخ و اساتذہ کے ساتھ ایک عجیب بات پیش آئی اور وہ

یہ کہ میری تربیت اسی طائفہ کے بعض ایسے لوگوں کے فُردوں میں ہوئی تھی جو خوف و اندیشے اور طاقت شے
 علم و محظوظ تھے۔ تو میرے نزدیک ان کے کلام کی بڑی عظمت ہی کیوں کہ اُس نے میرے دل کو خالی پایا تھا تو
 پھر وہ اس میں جاگزیں ہوتا چلا گیا، پھر جب میں نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی تو میری عمر تقریباً چودہ سال کی ہو گئی
 کہ میں محضر، ابی شجاع (کتاب کا نام ہے) اپنے شیخ ابو عبد اللہ بن جن کی برکت اور عبادت گزار پر سب کا اتفاق ہے
 یعنی سب لوگ ان حضرت کی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں، کے پاس پڑھ رہا تھا۔ اور ہمارے ان اُستاد صاحب کو
 شیخ محمد ابو مینی نے جامع ازہر، مصر میں جو کہ اللہ کے فضل سے محظوظ ہے، تعلیم دی تھی، (یعنی علامہ جو مینی سے
 شیخ اشع اور اُستاد الُستاد زبُتے) اس کے بعد میں کچھ عرصہ تک مسلسل علامہ جو مینی کی خدمت میں رہا۔ تو ایک
 روز ان کی مجلس میں قُلب، بخار، نقباء ابدال، وغیرہم کے بارے میں کلام چل پھلا۔ تو شیخ جو مینی نے بڑی
 سختی سے ان حضرات کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حقیقت ہے۔ اور اس سلسلے
 میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ تو میں نے ان سے کہا جبکہ میں تمام حاضرین
 مجلس میں کہتا تھا کہ اللہ کی پناہ، اس نے جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اور ایک حقیقت ثابتہ سے انکار کر رہے
 ہیں۔ بلکہ ان اہل اللہ کا وجود تو بالکل سچ اور حق ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس سلسلے
 کو دیکھا اللہ نے اس کی خبر دی ہے اور وہ حضرات جھوٹ سے محظوظ ہیں۔ اور اس بات کے
 نقل کر نیوالوں میں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اور وہ تو علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے،
 لیکن میرے اس کلام سے شیخ کا انکار اور مجھ پر سختی اور بڑھ گئی، تو میرے لیے سوائے خاموشی کے کوئی
 چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری مدد علامے شیخ، شیخ الاسلام
 دالمسین، امام الفقہاء والعارفین، ابو یوسف ذکریا الانصاری، کے سوا کوئی نہیں کریگا۔ اور میری یہ عادت
 تھی کہ میں شیخ محمد جو مینی کی لائٹھی پکڑ کر (یا ہاتھ پکڑ کر) ان کو باہر لے جایا کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ نابینا تھے
 اور میں اور وہ شیخ مذکور یعنی شیخ الاسلام ذکریا کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جو مینی، شیخ
 الاسلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضری دیا کرتے تھے، چنانچہ میں اور شیخ محمد
 جو مینی (ہمارے اس مکالمہ مذکورہ کے بعد جب) شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضری دینے جا رہے تھے

مگر جب ان کے مقام کے قریب پہنچے، تو میں نے شیخ جوینی سے کہا ”کیا خراج ہے کہ میں شیخ الاسلام سے قطبِ درّاس سے کم درجہ اولیاء اللہ کے مسئلے کا ذکر کروں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے پاس اس بابے میں کیا ہے۔“ تو پھر جب ان کی خدمت میں پہنچ گئے تو وہ شیخ جوینی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا۔ اور ان سے دعا کی درخواست بھی کی، پھر مجھے بہت سی دعائوں سے نوازا۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ ”اے اللہ اس کہ دین میں فقیر بنا،“ اور وہ مولانا میر سید علی یہی دعائیں لگا کرتے تھے، پھر جب شیخ الاسلام ذکرِ باری کا کلام مکمل ہو گیا، اور شیخ جوینی نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے شیخ الاسلام سے کہا کہ میرے آقا۔ قطب، اوداد، بخارا، ابدال، وغیرہم جنکا ذکر صرفاً کرام کیا کرتے ہیں، کیا وہ حقیقت میں موجود ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں، خدا کی قسم، اے بیٹے، وہ موجود ہوتے ہیں، تو میں نے ان سے عرض کیا، میرے آقا۔ شیخ تو! اور میں نے شیخ جوینی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور جس نے بھی ان کا ذکر کیا ہے ان کی سختی سے تردید کرتے ہیں، تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے شیخ محمد، کیا بات اسی طرح ہے جس طرح یہ لڑکا بنا رہا ہے۔ اور آپ نے اپنا یہ سوال شیخ جوینی سے مکرر دہرایا۔ یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے کہا کہ ”یا مولانا شیخ الاسلام آنتہ بڑک و صدقہ بہ و قد ثبت“ میں ان اولیاء اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے پہلے خیال سے توبہ کر لی ہے،“ تو اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا ”کہ ہاں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، (آپ سے یہی توقع تھی) اے شیخ محمد،“ اور پھر ہم اٹھ کر چلے آئے اور جو حرکت مجھ سے سزا ہوئی تھی اس کی بنا پر شیخ جوینی نے مجھ پر کوئی عتاب نہیں فرمایا (انہی کلام شیخ)

اور کتاب ”الاجوبۃ المصنوعۃ، عن الاسئله المبرقۃ“ میں شیخ المشائخ اسماعیل جملونی، نے ”سیرتِ حلبیہ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر وہ پائی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ان ابدال بندوں میں سے ہے جن کے ذریعے دنیا اور دنیادلوں کا نظام قائم ہے

جن میں سے پہلی نخصت (۱)، رضائے اپنی کا حصول، (۲) دوسری عوراتِ الہیہ سے باز رہنا، (۳) اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے لیے کسی پر غصہ کرنا، اور محدث ابو نعیم کی کتاب ”حلیہ“ میں ہے کہ جو کوئی بزین سبب یہ دُعا مانگا کرے تو اُس کو ”ابدال“ میں سے کھلایا جائے گا۔ وہ دُعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَصِلْ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ، اَلْعَمَّ فَرِيحِ الْكُرَاتِ عَنِ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ، اَلْعَمَّ اَزْغَمِ اُمَّتِ مُحَمَّدٍ، (صلی اللہ علیہ وسلم) (ترجمہ) اے اللہ اُمَّتِ مُحَمَّدِہ کی اصلاح فرما اور پس کو سنوار دے، اے اللہ اُمَّتِ مُحَمَّدِہ کے غم اور دُشواریوں کو دور فرما، اے اللہ اُمَّتِ مُحَمَّدِہ پر رحم فرما، (انتہی کلاماً)

(اس کی تشریح، علامہ شبیر اُلمسی، نے ”مواہب“ کے حواشی میں فرمایا ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ دُعا کے مذکورہ پڑھنے سے ابدال ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف، صفت، سنگت اور معیت میں ان کی مثل ہو جائے گا۔ کہ قیامت کے روز اُس کا حشر اُن ابدال کے ساتھ ہوگا اور پس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اُن جیسا اور بالکل بعینہ ابدال ہو جائے گا۔ تو ہماری اس تشریح سے یہ سوال اُٹھ گیا اور رفع ہو گیا کہ اس روایت میں تو فرمایا گیا ہے کہ جو بھی یہ دُعا مذکورہ تعداد سے پڑھے تو ابدال ہو جائے گا۔ تو اگر بالفرض کوئی ایسا آدمی پڑھنے لگ جائے جس کی کثیر اولاد ہو، تو کیا پھر بھی وہ اس کے پڑھنے سے ”ابدال“ بن جائے گا۔ جب کہ یہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں بھی پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ”ابدال“ کی اولاد نہیں ہوا کرتی، (تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا دُعا کا پڑھنے والا بالکل بعینہ ابدال تو نہیں ہو جاتا تا کہ سوال وارد ہو سکے بلکہ وہ بعض صفات میں اُن کے ساتھ مشابہ ہو جایا کرتا ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم، ذلعلہ اعلم و احکم،)

(انتہی)

تیسرا باب

قُطْبٌ وَغُوثٌ، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ذریعے سے نفع پہنچائے۔

کے بعض حالات کے بیان میں

پہلے ایسا کلام لکھا جا چکا ہے جس سے یہ مہنوم ہوتا ہے کہ قطب کا مسکن مکہ معظمہ یا مین ہے۔ اللہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بعض اوقات کے اعتبار سے یا اقطاب اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، اور اس کی تائید اس کلام سے ہوتی ہے جس کو امام، عارف، سیدی عبدالوہاب شعرائی نے اپنے شیخ عارف، ذوالامداد الربانی، سیدی علی الخواص سے اپنی کتاب ”الجواهر والدرر“ میں نقل کی ہے۔ مچانچہ امام شعرائی فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے شیخ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، سے عرض کیا کہ ”کیا قطب غوث ہمیشہ مکہ میں مقیم ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”قطب کا قطب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے۔ (یعنی بارگاہ الہی کے) اور اس کی حضوری سے باہر نہیں نکلتا، جیسا کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ تو وہ ہر جہت میں، اور ہر جہت سے حق تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رہتا ہے، اور اس کے نزدیک حق تعالیٰ شانہ کے لیے کسی لحاظ سے بھی تجیز۔ (مکان میں ہونا) نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ کعبہ کے گرد گھومتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ صفت ہے کیوں قطب وغوث وہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ بلاؤ آزماتش ہو یا امداد، تو اس کا ہمیشہ واردات کے ثقل و برجھ سے چھٹا جاتا ہے۔ اور اس کا جسم تو وہ مکہ منظر یا کسی اور مقام کے ساتھ محقق نہیں۔ بلکہ وہ وہیں رہتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے، (امام شعرائی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے شیخ کو (مزید) یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام شہروں سے اکل بلد حرام

لغات :- تصدع الشیء، پھٹنا، (مفتاح)

یعنی مکہ ہے اور تمام گھروں سے اُکمل نیت الحرام یعنی نیت اللہ ہے۔ اور ہر زمانے میں سناری مخلوق سے اکل، قُطب ہے، ترکہ منقطع اس کے جسم کی نظیر ہے، اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے، اور مخلوق کو ان کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قُطب ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

(یعنی مخلوق کو براہ راست خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ قُطب کے واسطے سے خدائی امداد حاصل ہوا کرتی ہے) اور خدائی امداد کا اگر حصہ مکہ ہی میں اُترتا ہے، جس کی دلیل یہ قول ہے باری تعالیٰ کا ”وَجِبْتِي اِنَّهُ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ“ الایہ - پارہ ۲۰، انقص آیت ۵۷۔ اور کچھ پلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل۔“

بالخصوص اس کے لیے جو دلاں احرام بانہو کر دُور دراز سے آئے۔ کیوں کہ خدائی امداد نیچے پرہیں وقت اُترتی ہے جب کہ وہ اپنی نیکیوں کے دیکھنے سے خالی ہو جاتے، یعنی اپنی نیکیوں کو نہ دیکھے، اور فقیر و محتاج ہو جاتے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ“ (پارہ ۱۰) صدقے تو بس محتاجوں اور مسکینوں کے لیے ہیں۔“

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ ”جو آدمی حج کرے اور اُس دوران کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے، اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو وہ اس طرح اپنے گناہوں سے نکل آتا اور پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اُس کی ماں نے اُسے ہی اُسے جنم سے۔“ (حدیث کا ترجمہ ختم ہوا) تو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی وہاں گویا نئے سرے سے جنم لیا کرنا اور پیدا ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات بعض لوگوں کی نیکیاں اُس پاک مقام کے لحاظ سے گناہوں کی طرح ہوتی ہیں۔“

(اہم شرعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں اس موقع پر عرض کیا کہ) کیا کوئی ذلی قُطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کا احاطہ کر سکتا ہے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ”بہت کم اور یا قُطب کو پہچانتے ہیں، چر جائیکہ کوئی ذلی اُس کے اخلاق کا احاطہ کر سکے، (یعنی ہر ذلی قُطب کو پہچانا تک نہیں کہ قُطب کون ہے اور پھر اس کے اخلاق کا احاطہ کرنا اور اپنے اندر کرنا، اور ان کا اپنا تا تو بڑی بات ہے)

بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قطبِ غوث کو دیکھنے والا صرف اپنی امت

کے مطابق دیکھ سکتا ہے، (یعنی اُن کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا) (انتہی)

اور اہم شرابی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطب کی

مَدّت کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا کہ جب کوئی ولی قطب بن جایا کرتا ہے تو پھر اُس کی قطبیت کے

لیئے کوئی عرصہ متعین ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت تک ہی قطب ہے گا، اور کیا کسی قطب کو اپنے ہمدرد

سے معزول کرنا بھی صحیح ہے یا کہ وہ اپنی وفات تک اپنے منصب پر قائم رہتا ہے اور صرف وفات

ہی معزول ہو سکتا ہے، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”ایک عرصہ

جماعت کا عذر یہ ہے کہ قطب کی مَدّت بھی دوسری دلائیموں کی طرح ہی ہوتی ہے کہ اس

کا مالک جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس پر قائم رہتا ہے پھر معزول ہو جاتا ہے، اور جو کچھ

میں کہتا ہوں اور پھر دنیا میں اس کا تحقق اسی کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ قطبیت کے لیئے

کوئی مَدّت معین نہیں اور جب کوئی ولی ایک دفعہ قطب بن جائے تو پھر وہ موت ہی سے معزول

ہوتا ہے۔ کیوں کہ عدل و انصاف کے دائرے سے تو وہ باہر قدم رکھتا نہیں تاکہ اُسے معزول

جایا جائے، فرمایا کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ فروعِ اصول کے تابع ہوتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

قطبیتِ کبریٰ کے مقام پر اپنی رسالت کی مَدّت بھر جو تیس سال تھی بنا بر اصرارِ قول کے قائم و قائز

ہے۔ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کوئی افضل نہیں اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے دو سال اور قریباً

چار ماہ اپنی خلافت پر فائز ہے، جبکہ آپ اس امت کے پہلے قطب تھے۔ اور پھر لوں ہی

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اپنی اپنی خلافت کی مَدّت

میں آخر دم تک مقامِ قطبیت پر فائز رہے ہیں اور اُن کے بعد آنے والے خلفائے مہدی علیہم السلام

کے ظہور تک جو کہ خلفاءِ محمدیہ میں سے آخری قطب ہونگے، نسب اپنے اپنے دور میں دم

دائیں تک مقامِ قطبیت پر قائم و دائم رہیں گے، پھر اہم مہدی علیہ السلام کے

بعد اپنے وقت کے قطب اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتر کر چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قطبیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے، جیسا کہ اہل تشیع شریفین میں آچکا ہے، تو قیوم کے طور پر اس سے یہ معلوم ہوا کہ عہدہ قطبیت کے لیے مدت کا معین نہ ہونا ہی چاہیے، اگرچہ قطبیت کا بارگراں اس مقام پر فائز شخص یعنی قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے وہ اس مقام پر قائم رہتا ہے۔ اور اس مقام کے ثقل اور بوجھل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان زمین کی ہر بلا سب سے پہلے قطب ہی پر نازل ہوتی ہے پھر اس کے بعد کسی دوسری چیز پر اس کا ورود ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اس کو اس حد تک درد نہر لاحق رہتا ہے کہ گویا کوئی آدمی اس کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے، جس سے اُس کا سر دن رات اڑا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ علی الخواص نے مزید فرمایا کہ شیخ ابی العباس سالم، جو کہ شہر "وہ" میں مدفون ہیں، کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مقام قطبیت پر صرف چالیس دن ہی فائز رہے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ صرف دس دن اس عہدہ پر قائم رہے اور اسی قسم کی خبر شیخ ابو مدین مغربی سے متعلق بھی ہمیں پہنچی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ "کی قطب کا اہل بیت سے ہونا شرط ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں؟" تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "یہ کوئی شرط نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک وہی طبع ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا، عطا فرمادیتا ہے۔" ان کے لحاظ سے شریعت، اور غیر شریعت دونوں میں یہ عہدہ قطبیت ہوتا ہے۔

(انتہی) (فصل)

مذکورہ بیان سے آپ نے جان لیا ہو گا کہ قطب کٹر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو افراد کے مقام پر فائز ہوتے ہیں وہی اُس پر صلح ہوتے ہیں۔ اور وہ قطب جن واردات کا متحمل ہوتا ہے اُن کی غفلت، اور اس کے بوجھ کے بھاری ہونے کہ دوسری مخلوقات جس کی غفلت نہیں ہو سکتی۔ اور عیبیت و وقار کے اُس لباس کی غفلت جو اللہ تعالیٰ نے اُسے پہنا رکھا ہوتا ہے کی وجہ سے گویا آنکھیں اس کے دیکھنے کی طاقت و سکت ہی نہیں رکھتیں، اور امام شعرانی نے اپنی

کتاب مذکورہ میں اس کو بیان فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر اذیاء اللہ قطبِ وقت کے ساتھ اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے، اور اس کو پہچانتے بھی نہیں۔ دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، کیوں کہ قطب کا تو حال ہی خوار و پوشیدگی ہے۔ اور اگر وہ کسی شخص کے سامنے آ بھی جائے تو وہ سر اٹھا کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت اُس وقت تک نہیں کر سکتے گا جب تک وہ اُس کے اہل نہ ہو۔ چنانچہ لوگ ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا اپنے اوپر سے بوجھ کو ہٹا کر سیکوں کہ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی (پھر مجھے دیکھ کر تم گھبرا کیوں گئے ہو، سبحان اللہ، یہ عاجزی و تواضع تھی ہمارے آقا و مولیٰ، کائنات کی جان، حکیم کائنات، متصرف و مختار کل، عیسیٰ بہمان صلی اللہ علیہ وسلم کی، کردوں بارگاہ ہر آپ پر اور اربوں دفعہ سلام) یہ تو حال ہے اس شخص کا جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا باوجودیکہ آپ کے اخلاق کریمانہ میں تواضع بہت زیادہ تھی اور قلبِ یقینی طور پر زمین میں آپ کا تاب ہوتا ہے، (تو پھر اس کو دیکھنا بھی آسان کام نہیں) میں کہتا ہوں کہ سیدنا شریف و شیخ شرف الدین، عالم و صالح نے مصر میں ”اللہ تعالیٰ اُس کو آفاتِ زمانہ سے محفوظ رکھے، بخدا کے دورانِ حکایت بیان کی تھی۔ کہنے لگے کہ مجھ سے میرے آقا شیخ عثمان نے، جو بہت بڑے معزز تھے، حکایت بیان کی تھی کہ انہوں نے جب اپنے شیخ عارف باللہ، سیدی ایشع ابوبکر القدوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں حج کیا تھا۔ تو اس موقع پر میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں قطبِ وقت سے میری ملاقات کرادیں، تو وہ فرمانے لگے ”عثمان“ تم اُس کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو، تو شیخ عثمان نے اپنے شیخ کو زرم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ اُن سے اس کی ضرور ملاقات کر دائیں، تو اس پر اُن کے شیخ و قدوسی نے

لغات: ۱۱۰، ہون۔ تھوینا، علی اللام۔ زرم و ہلا کرنا“ (۲)، الحدید، کاٹا ہوا اور خشک کیا ہوا گوشت“

کہا کہ اچھا پھر یہاں سے اٹھنا نہیں تا وقتیکہ قطب آجائے۔ تو اب شیخ عثمان کا سر لگا بھاری دبوچل ہونے، یہاں تک کہ اُس کی ڈاڑھی اُس کے رانوں کے درمیان تک پہنچ گئی اور یہ سب کچھ قطب کا بوجھ نہ سہار سکے اور شیخ عثمان کی مغلوبیت کی ذہر سے تھا۔ پُچھا پُچھا اب قطب صاحب آگئے اور آکر بیٹھ گئے، اور شیخ ابو بکر کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے، پھر ان سے قطب نے کہا کہ ”عثمان“ کو نیکی دھلائی کی تاکید کروں اگر اس کی زندگی نے وفا کی تو یہ اللہ کے خاص مردوں میں سے ہوگا، پھر جب قطب صاحب جانے لگے تو آپ نے سورہ فاتحہ اور۔

- بلا یاف قریش، پڑھی، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اور شیخ ابو بکر چند قدم چل کر اُن کو رخصت کرنے اُن کے ساتھ گئے۔ پھر واپس آکر کافی دیر تک اپنے مرید عثمان کی گردن دبا تے رہے یہاں تک اس میں ان کی بات سننے کی استطاعت پیدا ہو گئی، تو اب اُس سے خطاب کر کے فرماتے لگے ”عثمان“ قطب وقت کی صرف باتیں سن کر تہا را یہ حال ہو گیا ہے، تو پھر اگر تم اُس کے جسم کو دیکھ بھی لیتے تو پھر کیا ہوتا، (اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عثمان نے قطب کو دیکھا نہ تھا صرف اس کی باتیں سنی تھیں، تو وہ اُس کی نظروں سے اوچل رہے کیوں کہ ہر کوئی قطب کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے شیخ عثمان کسی شخص سے اُس کی ملاقات کے بعد اُس وقت تک اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے جب تک کہ قطب سے نئے ہوئے کلمات سورہ فاتحہ، اور سورہ قریش کو بطور تبرکات قطب کے طریقہ و سیرت کی پروردی کرتے ہوئے پڑھ نہیں لیتے تھے۔ سو اب اس کو خوب ذہن نشین کر رکھو۔۔۔ سیدی الشیرانی کا کلام ختم ہوا۔

اور علامہ شیخ محمد توبری نے ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے اُن سے پوچھا گیا تھا، فرمایا کہ اہم نث فی نے ”اللہ تعالیٰ ان کے فیعلے ہمیں نفع پہنچاتے“ اپنی کتاب کفایت العبد میں اُس کلام کی اِثنا میں جس کو انہوں نے بعض عارفین سے نقل کیا تھا، فرمایا کہ ”قطب“ جو سوخت ہی ہوتا ہے، کے حالات، اللہ تعالیٰ کی اُس بیخبرت کی ذہر سے عوام و خواص سے مخفی رکھے گئے ہیں، ابنہ اتنی بات اُس کے حالات سے معلوم ہے کہ وہ عالم، جاہل، بوقوف،

عقل مند، تارک، آخذ، یعنی چھوڑنے والے، لینے والے، قریب، بعید، دور و نزدیک، نرم، سخت، مامون و بے خوف اور خوفزدہ، غرض کہ اپنی تمام جابا کرگیاں اور ایک نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ (یہ تر قطب کی بات ہوئی) اور اوتاد کے حالات اللہ تعالیٰ نے خاص کے کھول دیئے ہیں، اور بے "ابدال" تو ان کے حالات خواص اور عارفین پر ظاہر کر دیئے۔ اور نجار اور نجار کے حالات عوام سے خصوصیت کے ساتھ پوشیدہ رکھے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات دوسرے بعض پر منکشف و سرا دیئے۔ اور "صالحین" کے حالات عوام و خاص سب پر کھول دیئے ہیں، (اور اس میں حکمت یہ ہے۔ لِنَقِضِ اللّٰهُ اَمْرًا لَّانْ نُّعْوَ لَآئِ الْاٰیۃ۔ پارہ ۱۰۔ الانفال، آیت ۴۴۔ ترجمہ: تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا: (انتہی)

چوتھا باب

اس چیز کے بیان میں جو قطب پر نازل ہوا کرتی ہے، اور اس بیان میں کہ جو کچھ اُس پر وارد ہوتا ہے، وہ اُس میں کس طرح تصرف کیا کرتا ہے

امام عبدالوہاب شعرائی نے اپنی کتاب ”الجرود اللہر“ میں لکھا ہے کہ ”میں نے اپنے شیخ (علی الخراس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مخلوقات پر جو آفات و بلیات نازل ہوتی ہیں، (ان کے نازل کی کیفیت کیا ہوتی ہے) آیا یہ پہلے پہل قطب وقت پر نازل ہوتی ہیں اور پھر مخلوق میں بکھیر دی جاتی ہیں جس طرح کہ آفات اور امداد الہی ابتدا میں قطب وقت پر نازل ہوتی ہے اور پھر وہاں سے مخلوق میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یا کہ دوسری مخلوقات سے قبل قطب وقت پر افاضت صرف نعمتوں کے ساتھ ہی مختص ہے۔ تو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ آفات جو تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وہ پہلے قطب ہی پر نازل ہوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈال جاتی ہیں، پھر جب کوئی قطب پر نازل ہوا کرتی ہے تو وہ خوف اور تسلیم و رضا کے جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے، اور پھر اس کا انتظار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوح محفوظ، اور اُس اثبات سے جو نہ رہا و آزاد کرنے کے ساتھ مخصوص ہے، کیا ظاہر فرماتا ہے۔ تو اگر وہاں سے محو تبدیلی رونما ہو تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے اور قطب اپنے دربار کے فریبوں اور خنداؤں کے ذریعہ جو کہ لوگوں کو قریب حسد و اندی کے راستے پر چلانے والے

لغات: ۱۔ تقاضا، استقبال کرنا، اطلاق رکنا۔ ۲۔ شرح۔ ۳۔ آزاد چھوڑنا، انحصار۔ ۴۔ وہ علامت جو فریب کی پشت پر لکھا کرتے ہیں، جاری کر دینا، سندہ، جمع شدن، دربان و خادم۔ ۵۔ الافاضت، بکراؤل فیض دادن وغیر بسیار رسانیدن، و پرکردن، از منتخب، (غیاث اللغات) (فیض پہنچانا)

ہوتے ہیں (قطب) ایسے طریق سے اُس فیصلہ خداوندی کا اجراء اصفا فرماتا ہے کہ ان (دربانوں) کو پتہ بھی نہیں چل پاتا کہ حکیم و معاملہ اُن پر قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے ڈالا گیا ہے۔ اور اگر اس کا ثابت و بحال رکھنا اور نہ مٹانا ظاہر ہو تو ماتحت اولیاء اللہ میں سے بلحاظ تعداد اور بلحاظ نسبت جو اس کے زیادہ قریب ہوتے ہیں، یعنی امین، تو وہ اس کے تھل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کے حوالے کر دیتے ہیں جو نسبت کے لحاظ سے اُن کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ جو کہ چار او تار ہیں۔ پھر تو یہی اس کا قطب کے تمام اہل دائرہ کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ بلا و آفت مرتفع نہ ہو تو افراد، اور دوسرے غارین اس کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عام مومنین کے اشخاص پر بھی بٹ جاتی ہے، تو ان حضرات کے تھل اور برداشت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو اٹھایا کرتا ہے، اور بسا اوقات آدمی اپنے دل میں تشکیک محسوس کرتا ہے جس کی وجہ اور سبب کا اُس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ اتنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ رات کو سو بھی نہیں سکتے، اور بعض پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ ایک حرف تک بولنے کی استطاعت نہیں رکھتے، تو لوگوں کے یہ حالات وحوارشات اُس قدر قیامت کے سبب پیدا ہوتے ہیں جو اُن پر تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور اگر اس کے ان سب میں تقسیم نہ کیا جاتا تو جن پر وہ بلا نازل ہوتی، آنکھ چپکنے میں نیست و نابود ہو جاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ اَنْفُسًا لِّغَضَبِهِمْ بِبَعْضِ غَضَبَاتِ الْاَرْضِ وَلَئِنْ اَللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ - پارہ ۲۰۰ البقرہ۔ آیت ۲۵۱"

(ترجمہ) اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر، (الحاقہ) جب کہ ہم نے قطب کے معاملات اللہ تعالیٰ اُس کی برکتوں کو ہم پر لٹائے، اذیسیں کسی قدر اُن کی نظریں دکھائے، اور اُس کے عجیب و غریب حالات، اور نرالی شان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ جو کہ خلاف عادت باتیں ہیں اور سوائے

لغات :- "توازیح، تویح" تقسیم "تعلاتی" "قلایا" "معدوم ہونا، مضمحل ہونا"

اس ہستی کے جس کی اللہ تعالیٰ تائید فرمائے اور اس پر خصوصی نگاہ ڈالے کسی دوسرے کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہو سکتی، تو اب چاہیے کہ ہم بیان کی سواری کی رسی کو کھولیں اور انگلیوں کی لٹام کو کرات اور خلاف حادث امور کے موضوع پر لکام کرنے کی طرف موڑیں، مطلب یہ ہے کہ چونکہ قلوب کے مذکورہ حالات خلاف عادت امید ہیں تو مناسب ہے کہ اب کرامت کے موضوع پر لکام کریں اور کرامت کے موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے دلی کی جس کے ہاتھوں کرامتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں، تشریح و تغیر کر دینا مناسب ہے، تو ایسے ہم یہ کہنے لگے ہیں، کہ سیدنا امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ اگر یہ دریافت کیا جاسے کہ لفظ دلی کا معنی کیا ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ اس میں دو باتوں کا احتمال ہے۔ ایک یہ کہ لفظ دلی فعلیل کے وزن پر فاعل کا باقیہ ہو جیسا کہ علیم، قدیر، وغیرہما، تو اب اس کا معنی یہ ہو گا کہ دلی وہ شخص ہے جو اس طرح مسلسل اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کرے کہ اُس کے درمیان کوئی گناہ حال نہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دلی بروزن فعل بھی مفعول ہو، جیسا کہ قبیل یعنی مقتول اور خربزج "خربزوح" کے معنی ہیں، اور اس صورت میں دلی کا معنی یہ ہو گا کہ وہ ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ متواتر، اور ہمیں اس طرح اس کی حفاظت اور نگرانی فرمائے کہ کسی بھی وقت اس کی امداد و اعانت کو ترک نہ فرمائے، کہ اللہ تعالیٰ کے مدد کو چھوڑ دینے سے ہی گناہوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ توفیق عنایت فرمائے کہ جس سے طاعت و عبادت پر اُس کو قدرت حاصل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "ذُفْرٌ يُّوْتَى السَّالِحِينَ" پارہ ۹ الاعراف، آیت ۱۹۴ (ترجمہ)۔ اور وہ جانتا لیا کرتا ہے نیک بندوں کی (انتہی)۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ دلی کا محفوظ ہونا شرط ہے، جیسا

(۱) لٹام، لٹا، نگاہ اٹھنا، نظر پڑا کر دیکھنا، مجازاً، زمانہ قلیلہ، عنان، لٹام کی رسی، سفید، سواری
 (۲) لٹام، لٹا، نگاہ اٹھنا، نظر پڑا کر دیکھنا، مجازاً، زمانہ قلیلہ، عنان، لٹام کی رسی، سفید، سواری
 (۳) قتال، اُونٹ کا زانو باندھنے کی رسی۔ "خذلان، مدد کا چھوڑنا۔" (۴) بن، پلو سے۔ "انگل
 کے اطراف۔" (۵) تمادیہ، تمادی، طویل ہونا۔

کہ نبی کا معصوم ہونا۔ اور ولی کے محفوظ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کہیں وہ ذلت و لغزش اور خطا میں پڑ بھی جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں زیادہ دیر تک نہمک رہنے سے اس کو اس طرح محفوظ رکھتا ہے کہ اس کو توبہ کرنے کا الہام فرماتا ہے۔ تو وہ ان سے توبہ کر لیتا ہے، ورنہ یہ دونوں (لغزش و خطا) اس کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں۔ جیسا کہ امام قسری نے اپنے رسالہ میں صاف بیان فرمایا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا تھا کہ لے ابو القاسم (حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) فرمائیے کہ کیا عارف آدمی بھی زنا کرتا ہے۔ تو کافی دیر تک آپ نے سر کو جھکاتے رکھا پھر سر کو اُپر اٹھا کر فرمایا کہ ”اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پاچکا ہوتا ہے“ اور امام ابو القاسم کے رسالہ میں مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ولی پر اُس کی ہوش و بیداری کے وقت (حالت صحو میں) کیا غالب ہوا کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں اُس کی سچی تلقین اور پھر اُس کے تمام حالات میں مخلوق پر زری اور شفقت کرنا اور اُس کا تمام مخلوق کے لیے اپنی بہرہ داری کو بھینا دینا۔ اور لوگوں کی طرف سے کسی واقعی بات کو بہت اچھے طریقے برداشت کرنا، اور لوگوں کے اُس سے التماس کیے بغیر از خود اللہ تعالیٰ سے اُن پر احسان کرنیکی درخواست کرنا، اور مخلوق کی نجات کے لیے اپنی پوری مہمت اور کوشش کو لگا دینا اور لوگوں سے کسی بات میں انتقام نہ لینا، اور اُن کے بارگاہ میں اپنے کینے کے بیدار ہونے سے بچے رہنا، اور ان کے مالوں سے اپنے ہاتھ کو کوتاہ رکھنا، اور لوگوں سے کسی قسم کا لاپرواہی نہ رکھنا، اور لوگوں کی برائی بیان کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھنا، اور لوگوں کی برائیوں کی محفل میں حاضری سے اپنے آپ کو بچاتے رکھنا، یا لوگوں کی بڑی مجلسوں میں شریک نہ ہونا، اور لوگوں میں سے دنیا و آخرت کے اندر کسی کا دشمن اور مد مقابل نہ ہونا، تو یہ ہیں ایک نئے ولی کی صفاتِ دقیقہ، خدا تعالیٰ ہمیں بھی پکان امت

صفات: ۱۱، تمادیر، تمادی، طویل ہونا۔ (۲)، خلیا، زمانہ طویل۔“

کے فیصلہ یہ صفات نصیب فرماتے۔ آمین یارب العالمین، بجاہِ نسیۃ المرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم۔ (انہما)

مُجْرَہ، کرامت، اہانت، معونت، اِرہاص، اِسْتِدْرَاج کا فرق۔

واضح ہو کہ غرقِ عادت کے طور پر جو افعال بندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں، بعض علماء نے ان کی صرف چار قسمیں بیان کی ہیں جو یہ ہیں: ۱) مجرہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) معونت، اور بعض نے دو کا اضافہ کر کے چھ بیان کی ہیں۔ چار تو یہی مذکورہ اقسام اور مزید دو یہ ہیں۔ (۵) اِرہاص، اور (۶) اِسْتِدْرَاج، تو اگر غرقِ عادت کے طور پر کسی فعل کا ظہور کسی ایسے بندے کے ہاتھ پر ہو جس کا ظاہری حال اچھا ہو اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی برحق کی متابعت کا التزام کئے ہوئے ہو اور اس کے ساتھ اس کا اعتقاد صحیح، اور عمل صالح ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یعنی اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو گا یا وہ نبوت کا مدعی نہیں ہو گا، تو اگر وہ نبوت کا مدعی ہو تو یہ مجرہ ہے۔ اور اگر نبوت کا مدعی نہ ہو تو یہ کرامت ہے۔ (تعریف میں قبور کے فوائد) تو ہم نے اس کی تعریف میں جو صحیح اعتقاد اور عمل صالح کی قید لگائی ہے۔ (یہ قید احراز کی) اس اِسْتِدْرَاج اور جھوٹے لوگوں کی تکذیب کی تاکید کرنے والی باتوں مثلاً روایت ہے کہ سیدہ (لام کی زبرد کسرہ کے ساتھ) (کتاب) نے کسی یک چشم (کانے) کی آنکھ کے صیغہ درست ہونے کی ڈھاک (اور اس پر اپنا تھوک لگایا) مگر بجائے اس کے ٹھیک ہونے کے اس کی صیغہ درست آنکھ بھی نابینا ہو گئی تھی، اور اس نے کسی کنوئیں میں اس غرض سے اپنا تھوک ڈالا تھا تا کہ اس کے پانی کی صلاحیت دھیرنی بڑھ جائے لیکن بجائے اس کے اس کا پانی بہت کھاری ہو گیا تھا۔ اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا تھا۔ اور اس قسم کی خلافِ عادت باتوں کو ”اہانت“ (اُدْ خذلان و نخبہ) کہا کرتے ہیں۔ (تو مجرہ و کرامت کی تعریفوں میں صحیح اعتقاد، اور عمل صالح کی قیود

لغات :- اَعْمُر، کانا، اُجَاجا، اجاج۔ کھاری۔

سے استدراج، اور اہانت کو نکالا گیا ہے، اور ان قیود کے ذریعہ معجزہ، کرامت، استدراج، اہانت، کے درمیان فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ جیسا کہ کرامت کی تعریف میں ”ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہونے کی قید سے ”کرامت“ اور ”معونت“ میں فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ کہ اگر خوارق عادت افعال عام مسلمانوں کے ہاتھوں پر ان کو محنتوں اور دشوار کاموں سے چھڑانے کے لیے ظاہر ہوں تو اس کو ”معونت“ کہتے ہیں، تو یہ چار قسمیں ٹہریں، (۱) معجزہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) اور معونت (۵) اور بعض متاخرین علماء نے دو اور قسموں کا اضافہ کیا ہے، (۵) ارباص، اور (۶) استدراج، ارباص کا معنی ہے تائیس یعنی دیوار کا پہلا زدہ رکھنا، (یہ اس کا لغوی معنی ہے) اور اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسا فرق عادت کام جو مدعی نبوت کے ہاتھ اُس کے دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہو۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل پتھر کا ان کو سلام کرنا، اور بادل کا اُن پر سایہ کرنا، اور ”استدراج“ یہ ہے کہ کوئی فرق عادت کام کسی فاسق و فاجر، مُلحد اور کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ اُس کے دعویٰ کے مطابق ہو تو ایسا کام اگر بغیر کسی سبب کے ظاہر ہو تو یہ کوہ استدراج کہلاتے گا جیسا کہ فرعون کے لیے جادو اور اگر کوئی فرق عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو یہ ”شعبدہ“ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ شعبدہ بازوں کا سانپوں کو کھا جانا، جبکہ سانپ

الحاصل۔ یہ کل سات قسمیں ہیں کہ اگر کسی میں شقی سے کوئی ایسا نادار وجود یا تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوتی تو اس کو کرامت کہتے ہیں، اس قسم کی چیزیں اگر انبیاء و علیہم السلام سے اعلان نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو ”ارباح“ اور اعلان نبوت کے بعد ہوں تو وہ معجزہ کہلاتے ہیں، اور اگر عام زمین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو ”معونت“ کہتے ہیں۔ اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو ”استدراج“ کہا جاتا ہے، اور اگر کوئی فرق عادت مدعی نبوت کے متعدد مطالبے بالکل خلاف ظاہر ہو تو اس کو ”اہانت“، خذلان و نکبت، کہا کرتے ہیں۔ اور اگر کسی ظاہر الفسق آدمی سے اُس کے دعویٰ اور خواہش کے مطابق کوئی خلاف عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ ”شعبدہ“ ہے۔

ان کو دس شے ہوتے ہیں مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو خرق عادت کام کسی عارفِ اولیٰ کے دستِ حقِ پرتلا ہر ہو تو اس کی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں اب اس لحاظ سے کہ وہ اس ولی عارف کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے۔ کرامت ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ جس ولی عارف کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیوں کہ ولی نے جو کام بطور کرامت کر کے دکھایا ہے، اس سے تو یہی ظاہر ہو گا کہ یہ سچے دین پر ہے اور اس کا دین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ان کے اوامر و نہی، کی اطاعت ہی تو ہے، اگر یہی ولی اپنے استقلال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرنے کا مدعی ہو تو پھر نہ تو وہ ولی ہو گا اور نہ ہی یہ خلاف عادت کام اس سے ظہور پذیر ہو گا، الغرض خرق عادت کام ”نبی“ کی نسبت سے ”معجزہ“ ہی ہے خواہ بلا واسطہ بنفسِ نفسِ اس کی ذات سے ظاہر ہو یا اس کی امت کے افراد میں سے کسی فرد عارف و صالح سے ظاہر ہو۔ اور یہ خرق عادت کام ولی کی نسبت سے جس کے ہاتھ پر ظاہر ہوا ہے ”کرامت“ ہی ہے۔ کیوں کہ جس کے ہاتھ پر یہ ظاہر ہوا ہے وہ نبوت کا تو مدعی ہی نہیں، (اور معجزہ کے لئے تو دعویٰ نبوت شرط ہے) اور نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو اپنے نبی ہونے کا علم ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ خوارق عادات امور کو اپنے قصد و ارادہ سے ظاہر کرے۔ نیز معجزات سے جو چیز ثابت ہو اس پر اس کا قطعی اور یقینی حکم لگانا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ بخلاف ولی کے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ”رسالہ“ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ”کرامت“ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شکر ذہب سے بھرا ہوا ہوا اس سے کوئی قطرہ ٹپک پڑے۔ تو قطرہ اس کی مثال ہے جو تمام اولیاء کرام کو حاصل ہوا ہے

اور جو شہد ظرف یعنی شکر سے کے اندر ہے وہ اس کی مثال ہے جو حملے آقا حضور نبی کریم،
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہے۔ (انتہی)

اور مذکورہ کلام میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ کرامت کا "معجزات" کی جنس سے ہر ناجائز ہے۔ جیسا کہ دریا کا پھٹ جانا، اور لاشی کا سانپ بن جانا، اور مردوں کا جلنا، لیکن جو لوگ اس کے مخالف ہیں وہ "کرامت" کے "معجزات" کی جنس ہونے کو منوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "کرامت" اور "معجزہ" میں امتیاز ہی اس سے ہو سکتا ہے کہ "کرامت" کی جنس اور ہر اور "معجزہ" کی جنس اور ہر اور برہان لغائی نے اپنی کتاب "عقد الہدیہ" میں فرمایا کہ ان مذکورہ باتوں کے رد میں حضرت سعد نے امام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نسبتیں سیدھی اور درست نہیں۔ اور ہمارے نزدیک پسندیدہ طریق یہ ہے کہ تمام خوارق عادات کا کرامت کے طور پر ظاہر ہونا بالکل جائز ہے۔ (اور یہ معجزات سے ان کے امتیاز کا سوال) اور معجزات سے ان کا امتیاز دعویٰ نبوت نہ ہونے کی بنا پر ہوگا، یہاں تک کہ اگر کوئی ولی (معاذ اللہ) نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو وہ اللہ کا دشمن قرار پائے گا (ولی اور دوست نہیں) اور ایسے میں وہ کرامت کا مستحق ہی نہیں ہے گا بلکہ وہ تو لعنت و امانت کے قابل ہو جائے گا۔ (جب کہ کرامت تو اکرام و اعزاز من جانب اللہ ہے) (انتہی)

پھر اس کے بعد اسی کتاب "عقد المرید" میں اسی طرح کا کلام امام "نودی" سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ کرامت کے معجزات کی جنس سے ہونے کے مخالف ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور جس وظاہر اور گریبا بالکل بدیہی بات کا انکار کر رہے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ جیسے "معجزات" کا ظہور ذوات اشیاء اور جو اہر وغیرہ کی تبدیلی اور قلب سے ہوا کرتا ہے۔ یونہی کرامت کا ظہور وقوع بھی اسی سے اور اسی منہج و طریق پر ہوتا ہے۔ تو پھر کرامت کا معجزات کی جنس سے ہونے کا جائز و درست ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ اور امام نعشی کا نظریہ یہی ہے جیسا کہ شارح "دہبانیرہ" نے اس کو اپنی نظم میں یوں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

(شجر کا ترجمہ) اور کرامات کا تمام خوارق عادات کی شکل میں ظہور و وقوع خواہ وہ ہجرت کی جنس سے کیوں نہ ہوں اولیاء کی بجانب اللہ امداد و اعانت کے طور پر ثابت اور مروی ہے اور یہی نظریہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ سو اس کو خوب سمجھ لو۔



امام قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ ”واضح ہو کہ ولی کو نہ تو کرامت کے ظاہر ہونے سے کوئی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عدم ظہور سے کوئی تنگدلی لاحق ہوا کرتی ہے۔ البتہ بسا اوقات اولیاء اللہ کو کرامات کے ظہور نے یقین کی پختگی اور قوت، اور بصیرت کی زیادتی حاصل ہوا کرتی ہے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے، تو پھر وہ اُس سے اپنے عقائد کی درستگی پر استدلال کرتے ہیں۔ الحاصل، کرامات اولیاء کے ظہور کے جائز و درست ہونے کا قائل ہونا واجب و ضروری ہے، اور پھر اہل ہجرت کا سکتا یہی ہے۔ اور کرامات کے ظہور و وقوع کے باسے میں خبریں اور حکایات واقعات جس کثر سے تو اتر کے ساتھ مروی و منقول ہیں۔ اس سبب سے اولیاء اللہ کی کرامات کے فی الجملہ وقوع و ظہور (یعنی اس بات کے ساتھ کہ اولیاء اللہ کی کرامات ہوا کرتی ہیں) کے ساتھ شکوک و شبہات سے بالترتیب قوی علم حاصل ہو گیا ہے، اور جو لوگ اس طائفہ منصورہ یعنی اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہتے اور ان سے متعلق حکایت واقعات کو تو اتر سے پڑھتے، سنتے رہتے ہیں، ان کو تو عمومی حیثیت سے کرامات کے وقوع میں کوئی شبہ ہی نہیں اور کرامات اولیاء اللہ کے وقوع و ظہور کے دلائل میں سے ایک تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھی اور خادم کے قصہ میں نص قرآن ہے کہ

۱۱، اُس ساتھی و خادم بارگاہ سلیمانی (آصف بن برخیا) نے کہا تھا کہ ”اِنَّا اَتَيْنَاكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدِيَكَ لَهْرًا فَاَنْتَ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ“ (ترجمہ) میں تجھ پر یقین کر آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی لے آؤں گا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ (بلکہ ولی تھے، سلیمانی ولی، تو پھر یہ کرامت ہی کہلاتے گی)

(۲) اور صحیح اثر میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ کو خطبہ کے دوران فرمایا تھا ”یا ساریۃ ابلجیل“ یعنی اے ساریہ (اسلامی لشکر کے کاڈر کا نام ہے) پہاڑ کی جانب کا خیال رکھو، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ آواز اسی وقت حضرت ساریہ کو پہنچ بھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت دشمن کی پہاڑی کمین گاموں سے بچاؤ کی حکمتِ عتیقہ بھی اختیار کر لی تھی۔

(۳) اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے اظہار پر انی شواہد و دلائل میں سے حضرت مریم کے قصہ میں جو کہ نبی اور رسول نہ تھیں، یہ ارشادِ خداوندی

ہے، ”کُلَّ حَسْبٍ عَلِيَّهَا ذِكْرُهَا لِمَنْزِلِ ابْنِ مَرْيَمَ وَبَعْدَ حَرْزِهَا رِقَابًا“ اَلَا یہ جب بھی زکریا علیہ السلام

مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عبادت خانہ میں جاتے تو اس کے پاس بڑق یعنی بے موسم پھل پاتے۔ تو پھر وہ اس سے استفسار فرمایا کرتے۔ ”اِنِّي ثَلَبْتُ حَذَا“ اے مریم یہ

بے موسم پھل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب میں فرمایا کرتی

”ہُوَ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ“ کہ یہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔ (تو ان بے موسم پھلوں کا حضرت

مریم کے پاس بغیر کسی ظاہری ذریعہ کے چڑے میں پہنچ جانا ان کی کرامت و خرق عادت

ہی کے طور پر تھا) (اور کرامات کے ثبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ)

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے فرمایا کہ ”عُرِّيْ اِيْلَيْكَ بِمَرْيَمَ اَنْتُمْ تَسْأَلُوْنَ حَيْكَةَ رُطْبَانِيَّاهِ

(مریم) اور بلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں تم پڑی ہوئی کھجوریں۔“

(۵) حالانکہ وہ پختہ کھجوروں کا موسم و موخر نہ تھا، اور یونہی اصحابِ کعبہ کا قصہ، اور وہ عجیب و

غریب باتیں ہیں جو ان پر ظاہر ہوئی تھیں، مثلاً گتے کا ان کے ساتھ کلام کرنا، وغیرہ۔

(۶) اور اثباتِ کرامات کے دلائل میں سے ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی

قدرت بخشی تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی۔“

(۷) اور ان دلائل میں سے دیوار کا کھڑا کر دینا اور دوسری عجیب باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پٹن ہر فرمایا تھا۔ اور یہ کہ جو باتیں مومنوں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوشیدہ تھیں، ان کو خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے، تو یہ سب امور ناقص عادت ہیں، جو خضر علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھے۔ حالانکہ خضر علیہ السلام بھی نبی نہ تھے بلکہ ولی ہی تھے، اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آثار، اخبار، اور صحابہ و تابعین، ائمہ معتبرین، جیسی برگزیدہ مستیوں کے عجیب و غریب واقعات اور حکایات نقل فرمائی ہیں، اور اس سلسلے میں بہت طویل کلام فرمایا ہے۔ کہ کرامات اولیاء کا منکر جس کا رد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور اگر ہم یہاں پر ان کے اس تمام کلام کو نقل کریں تو مقصد سے دور جا پڑیں گے،

توپاک ہے وہ بادشاہ حقیقی، جو کہ عبادت کے لائق ہے، دُجو حقیقی میں متغذ۔ اور خیر و کرم کے ذریعہ پہانے میں کیا دبے مثل ہے۔ عطا کرتے اپنے فضل سے جو چاہتا ہے، اور محض فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، ہم بس پاک، بلند و بالا ذات سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اولیاء اور دوستوں کی محبت پر لائے۔ اور ان کی شرابِ روحانی سے ہمیں سیراب فرمائے، اور ان کی ظاہری برکات کو ہم پر لٹائے یعنی ہمیں بھی ان برکات سے نوازے، اور ان کے پاکیزہ نفسوں سے ہمیں نفع پہنچائے۔ اور ان کے عمدہ جوڑے ہمیں پہنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں ان کے گروہوں میں سے کرے۔ کہ بلاشبہ وہ بہت کرم کرنے والوں میں انتہائی کرم فرمانے والا ہے اور تمام کرم کرنے والوں میں بہت کرم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہوں عمار سے نیند و سردار اور جائے تیکر گاہ، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جو کہ تمام مقربین بارگاہ سے بہتر ہیں اور (یہ رحمتیں نازل ہوں) ان کی آل و اصحابِ متبعین، اور ان کے گروہوں پر اور پھر تو یہی قیامت تک نازل ہوتی رہیں۔“

اس مقالہ (رسالہ) کی تحریر روز بُدھ، ۸، شوال ۱۳۳۳ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ (علامہ شامی

نکات:۔ ۱، ۲، ۳، عطا کرنا (۲) بخیر، ختم ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید کہتے ہیں کہ میرے آقا، مؤلف کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مقالہ کی اصلاح و دستگی کا اختتام اور اس مجلہ (جلدی میں لکھا ہوا رسالہ) کے مضامین کو اچھی طرح سے ڈھال کر، ان پر سونے کی قلعی کرنے کے کام سے فراغت کو ان وسائل کے ذریعہ جو کہ ان پاکانِ امت کے طفیل جو کہ بڑے مقام والے ہیں اس بندہ ضعیف کے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے لیے آسان فرمایا۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کے نبی و رسولِ عظیم و شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین، جو کہ بارگاہِ اقدس کے قرب اور رسائی والے، کہ جن کی اولاد و خالی نشان اور ان کے بارِ استعانت و ثابت قدمی والے تھے۔

کی حرمت سے اس رسالہ کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں۔ تو میں (یہ اشعار) کہہ رہا ہوں۔
 جب کہ میرا بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہے۔ (اشعار کا ترجمہ)

(۱) خولتے بزرگ کی بارگاہ میں اقطاب کا وسیلہ پیش کر، اور قریبی مہربان کے فتوحات کے
 دروازے کھٹکانے کے لیے کھڑا ہوجا۔

(۲) اور ان گروہ ابدال کا وسیلہ پیش کر جو کہ شریف و بزرگ اور ہمیشہ سرداری واسلے ہیں، اور
 ان اوتاد کا وسیلہ پیش کر جو کہ قوم کے سردار ہیں، اور پھر انجانب کا۔

(۳) یونہی اخبار، اور نقباء کے ساتھ توسل کر کہ اس طرح تو کامیاب ہو جائے گا غیر کے حال
 کرنے میں خواہ وہ آسمان کے کناروں اور ٹکڑوں والی زمین، یا ٹیلوں پر ہی کیوں نہ ہو۔
 تشریح :- مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اور پیار اللہ کی ذواتِ مقدسہ کے ساتھ تو مشکل
 مشکل کام بھی آسان ہو جائے گا۔

(۴) یہ حضرات اور پیار اللہ، لوگوں کے لیے بچاؤ کا سامان ہیں ہر اس مصیبت سے جو لوگوں پر آئے
 کو ان کے ذریعہ بچ جاتے ہیں لوگ ہر گھنٹ، جہانی دردوں اور بیماریوں سے۔

لغات :- تزییب، سونے کی قلعی کرنا، دغ، کسی چیز کو اچھے طریقے سے ڈھالنا، باب، جمع، بافتح، قریبی مہربان
 نظر، اطراف، الخصل، کلر، رانی، تیر، حدیث، سامان، اوصاف، جہانی درد اور بیماریاں۔

(۵) یہ (اقتاب وغیرم اویار اللہ) ایسے لوگ ہیں کہ بلند سے بلند چوٹی تو کیا، بلکہ خود بلندی کی چوٹی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، اور ایسے گہرے مقام میں اتر جاتے ہیں جیسی کوئی کسی کے ساتھ بھی نہیں ناپا جاسکتا۔

(۶) اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا پر اپنی خوشی سے خود ہی راضی ہو گئے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذیل کر کے، توڑ کر، اور عتاب کے ساتھ پست کر کے ان سے منوایا اور تسلیم کرایا ہے۔

(۷) اپنے کوئی کی چوکھٹ پر ہر وقت حاضر رہ کر، خدمت کے ذریعہ، یعنی عبادت گزار اور یاد دہانی کے ذریعہ، ان حضرات نے عزت کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے جو دوسرے نہیں پاسکتے۔ (۸) سو تو اے مخاطب، ان حضرات کی محبت میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جا، یعنی مشکل سے مشکل کام کر ڈر، اور ان کی نازک ہدایت اور خطاب کو عملی حساب نہ بنانے کے لیے پوری پوری سعی کر،

(۹) اور ہمیشہ ان کے دامن کو تھامنے والا، ان سے پناہ لینے والا بن، اور بہتان بانٹھنے والے مجال و دادان (کہ جو ان کے مرتبے اور مقام سے واقف نہیں) ان کے پاسے میں شک کرنے والے کی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اور یوں کہہ (اور اپنے اللہ سے ڈھا کر) کہ اے میرے مولا، اے وہ ذات کہ جس کا سارا اختیار ہے، اور اسی سے بغیر مانگے نہیں ملتا ہے۔

(۱۱) (اے میرے اللہ) میں تجھ سے اُس پسندیدہ ہستی کے ذریعہ سوال کرتا ہوں، جو سب کے نزدیک اور جو ہر اُس نبی سے مرتبے میں بلند ہیں جو تیری عبادت کرنے والا، اور تیری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے۔

لغات :- (۱) ذرہ، پہاڑ کی چوٹی (۲) عتاب، باغی، خیر کی رسیاں (۳) راقی، پہاڑ پر چڑھنے والا (۴) مھوہ، پہاڑ کی چوٹی (۵) خود، نازک بدن، صغیر ذات و خود (۶) ستمکار، دامن تھامنے والا، (۷) لائیز، پناہ پکڑنے والا (۸) آفاک، از امتراشی کرنے والا، (۹) مرتاب، شک کرنے والا، (۱۰) تطلاب، مانگنا، (۱۱) ناسک، عبادت اور قربانی کرنے والا، (۱۲) آداب، بہت رجوع کرنے والا۔

(۱۲) جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کے بہترین حساندان، اُرد شریف آبار، اور پاک پشتوں سے
مبعوث فرمایا گیا ہے۔

۱ اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے (حضور کی بزرگ ترین آل کے طفیل، جو کہ طاہر و پاک ہیں بر
ردی کام و صفت سے) اور سوال کرتا ہوں تجھ سے (حضور کے بلند ترین پیروکاروں، اور
بزرگ ترین اصحاب، کے ذریعہ۔

(۱۳) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے (حضور کے جدیاتی کے ذریعہ، جو حضور کے بعد تمام
اماموں سے بہتر ہیں، اور یونہی گرفتِ روق کے ذریعہ جو کہ خطاب کے بیٹے ہیں۔

(۱۵) اور حضرت عثمان کے طفیل جو کہ دو ذروں والے (یعنی ان کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی اپنی دو صاحبزادیاں تھیں، کہ وہ بھی حضور کی اولاد، اور پھر بلا واسطہ حضور کی اولاد ہونے
کی وجہ سے خود بھی زُر ہی تھیں) اور اللہ کے ذکر یعنی قرآن پاک کو جمع فرمانے والے، اور
حضرت حیدر (علی مرتضیٰ) کے ذریعہ جو کہ شیر بہت بہادر، اور دُوروں پر سرکوں میں
بہت غالب آنے والے تھے،

(۱۶) (اور تجھ سے سوال کرتا ہوں) حضرت اویس سیرنی کے ذریعہ جو کہ اپنے ہم نمان لوگوں
سے بظاہر پوشیدہ ہی رہے۔ مگر حقیقت ہے کہ وہ فضیلت و بزرگی والے امام ہیں
اس میں کوئی حجاب اور حجب نہیں،

(۱۷) سائل میں جہاد کرنے والے ائمہ مجتہدین کے طفیل، اور ان طلبہ کرام کے طفیل جو علم و
فضل میں ان کے پیرو ہوئے ہیں۔

(۱۸) اور اس زمانے کی چکی کو گھمانے والے قلب، یعنی اس دور کے متصرف و ناظم قلب
اور ان کے گروہ کا ذریعہ، جو کہ اس جہان کے امام، اور اس عالم پر تو اب رحیم خدا کا علیہ

اُخافت :- ۱۱۔ اصحاب، جمع مُصلب، پشت (۲) حیدر شیر (۳) مرغا، خُف، (مرغام) شیر، بیادور،
قوی (۴) غلاب، بہت غلبہ پانے والے (۵) سحقہ، عطیشہ۔

احسان ہیں۔“

(۱۹) اے دُعاؤں کو قبول کرنے والے خُدا، میری فریاد رسی فرما، اور ان اولیاء کے طفیل مجھے میرے غموں، تنگیوں، مشقتوں اور دشواریوں وغیرہ سے نجات دے۔“
(۲۰) اور اے اللہ، میرے ضعیف پر رحم فرما، اور میری لغزشوں کو عاف فرما، اور میرے اُس گناہ کو بخش دے جس نے میرے سحابوں (روحانی طیبوں) کو تھکا دیا اور مجھے ہلاک کر دیا ہے۔“
(۲۱) اور تو (اے اللہ) میرے بے سفارش قبول فرما (مجھے معاف کر دے) جس روز کہ سوائے معافی کے مال، دوست، یا ہم عمر تھی، کوئی بھی کام نہیں آتے گا۔“

(۲۲) اور مجھے عمر بھر پر بیزگاری کے راستے پر بات فی فہم و کامیاب فرما، اپنی مہربانیوں اور اسی مقصد کے لئے اسباب ہیا کرنے کے ساتھ،

(۲۳) اور میرے اللہ میں جو تجھ سے بخشش اور معافی کی اُمید رکھتا ہوں، اس میری اُمید کو یقین کا جامہ پہنا، یعنی میری بخشش کو یقینی بنا دے، اور اپنی مہربانی سے میرے گناہوں پر عفو و جہل کے کپڑوں کا پردہ ڈال دے،

(۲۴) (یہ بخشش اور معافی صرف میرے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھ) بلکہ تو یہی میرے مشائخ و اساتذہ، میرے سہارا تھی اور والدین، میرے مددگار و انصار، میرے دوست و احباب نسبت کو بخش دے اور نسب پر مہربانی فرما۔“

(۲۵) اور صلوة و سلام بھیجا رہے اللہ، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ تمام مخلوق سے بہترین نسبتی ہیں جب تک نماز و اہل ہے، یعنی جب تک دنیا قائم ہے اور ان کی وہ عزت و عظمت جو تو نے انہیں بخشی ہے، برقرار رکھ۔“

نجات :- (۱) انصاف جمع، غضب، مشقت (۲) ذلت، بائع، لغزش (۳) یعنی، عاجز کر دیا، تھکا دیا (۴) اُمسات جمع آسی، صالح و حیب، (۵) اودی، ہلاک کر دیا (۶) شفیق، بالکسر، سفارش قبول کرنے والا (۷) نخل، دوست (۸) آراب، جمع ترب، بیچ عمر (۹) ستم، اپنے مقاصد و مطالب پر فتح مند (۱۰) مدی، غایت و نہایت (۱۱) سنج، راہ راست (۱۲) انصافی، بیزگاری (۱۳) بارگاہ، کہا کرتے ہیں بارگاہ علی الاضیاء و آلہم، یعنی ان کی عزت و عظمت جو تو نے انہیں بخشی ہے، برقرار رکھ۔“

(۲۶) اور (یونہی حضور کی متبع میں صلوة و سلام بھیجا رہا اور رخصتیں و سلامتی نازل فرماتا رہا) ان کی آل و اصحاب اور ان گروہوں (لوگوں) پر جنہوں نے ان کی اقتدا (اتباع) کی ہے،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تمام انبیاء کے اصحاب و ساتھیوں سے بہترین اصحاب، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل تمام انبیاء کی آل سے اور حضور کی جماعت تمام نبیوں کی جماعتوں سے بہترین و افضل واقع ہوتے ہیں۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْعِزُّ عَلَى جَلَالِكَ وَكِبْرِيَاكَ وَتِلْكَ الشُّكْرُ عَلَى مَا اسْتَبَعْتَ عَلَيَّ مِنْ تَوْفِيقَاتِكَ وَنِعْمَاتِكَ أَسْأَلُكَ فَضْلَكَ وَرِضْوَانَكَ وَأَسْأَلُكَ بِصِفَاتِكَ الْحَمِيدَةِ وَالْحَمِيدَةِ وَبِاسْمَائِكَ الْحُسْنَى أَنْ تُضَيِّقَ لِي وَسْطَ رِزْقِكَ وَتُبَارِكَ عَلَيَّ سَيِّدَا نَبِيَّاءِ وَكَهْفِ نُورِي حَسْبِكَ وَنَيْتِكَ وَصِفَتِكَ سَيِّدِي وَمَوْلَانِي وَقَرَّةَ عَيْنِي وَنُورَ قَلْبِي وَوَسِيْلَتِي فِي خَضْرَتِكَ مُعْتَمِدًا عَلَى إِلَيْهِ وَأَحْمَابِهِ وَمَنْ بَعْدَهُ وَأَجِدُ مِنَ الْأَقْطَابِ، وَالْأَعْوَابِ، وَالْبُرْلَاءِ وَالْعُرْفَاءِ وَالْأَخْيَارِ وَالنُّبِيَّاءِ وَالنَّبِيَّاءِ، وَسَائِرِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ فَاجْزِئْ شَوْتِي وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَبِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِيئِي مُسْلِمًا وَالْحَقِي بِالصَّالِحِينَ - رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِإِسْرَائِيلَ يَوْمَ نَقُومُ الْحِسَابِ

آمین یا رب العالمین، یجاء لہم ولس

تغاث :- احباب، جمع عقب، زمانہ، اسم سال یا اس سے زیادہ کا عرصہ، یہاں مطلق زمانہ مراد ہے
اعزاب، جمع ہے جزیب کی، جامعہ، پارٹی

marfat.com